مُجدّدِ الفِ ثانی اور مُجدّدِ مائۃ حاضرہ کے
عرسِ مُبارک پر ایک علمی تحفہ

مُجدّدِ الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ
اور
اعلیحضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ

مؤلفہ
مولانا غلام مُصطفٰے صاحب مجدّدی ایم اے

مرکزی مجلسِ رضا (رجسٹرڈ)
نعمانیہ بلڈنگ اندرون ٹکسالی گیٹ لاہور پوسٹ بکس نمبر ۲۲۰۶

مجدد الف ثانی اور مجدد مائۃ حاضرہ کے عرس مبارک پر ایک علمی تحفہ

مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

اور

اعلیحضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ

مؤلفہ

مولانا غلام مصطفٰے صاحب مجددی ایم اے

[illegible]

مرکزی مجلس رضا (رجسٹرڈ)
نعمانیہ بلڈنگ اندرون ٹکسالی گیٹ لاہور پوسٹ بکس نمبر ۲۰۹

سلسلہ اشاعت : ۱۰۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نام کتاب ---------- "مجدد الف ثانی اور اعلیٰ حضرت"
نام مولف ---------- غلام مصطفیٰ مجددی ایم۔ اے
سال اشاعت ---------- اگست ۱۹۹۶ء
تعداد ---------- ۱۱۰۰
صفحات ---------- ۱۴۴
کمپوزنگ ---------- المدد کمپوزرز راج گڑھ روڈ لاہور
ناشر ---------- مرکزی مجلس رضا
نعمانیہ بلڈنگ ٹیکسالی گیٹ لاہور
ھدیہ ---------- دعائے خیر بحق معاونین

❋

نوٹ: شائقین مطالعہ ۲۰ روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر حاصل کر سکتے ہیں۔

ملنے کا پتہ

○ مرکزی مجلس رضا، پوسٹ بکس نمبر ۲۲۰۶ لاہور
○ مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور
○ حکیم محمد موسیٰ امرتسری، ۵۵ ریلوے روڈ، لاہور

فہرست مضامین کتاب

مجدد الف ثانی، اعلیٰ حضرت (نظم) ۴
حرف اول ۵
باب ۱ اقدار مشترکہ ۲۰
علمی خاندان سے نسبت ۲۱
ماہ ولادت و ماہ وصال ۲۱
اسم گرامی ۲۲
سلاسل اربعہ کے فیوضات ۲۳
فہم قرآن ۲۴
حفظ قرآن ۲۵
علم حدیث ۲۵
مقام اجتہاد ۲۶
مقام تجدید ۲۷
عالمگیر پذیرائی ۲۸
اولاد صالحہ ۳۱
خلفائے کبار ۳۲
بارگاہ رسالت سے رابطہ ۳۲
کتابیات ۳۴
افکار مشترکہ ۳۵
باب ۲ توحید و تقدیس ۳۷
توحید وجودی ۳۸
رد عینیت محض ۳۹
معیت و قربت و احاطہ ۴۵
غیریت کلی ۴۹
صفات باری ۵۰
صفت کلام ۵۵
متشابہات ۵۹
سجدہ تعظیمی ۶۱
تقدیس باری ۶۳
تجسیم و تشبیہ ۶۷
اللہ عالم الغیب ہے ۷۲
رویت باری ۷۴
کچھ رام کرشن کے بارے میں ۷۶
کتابیات ۷۸
باب ۳ مقام نبوت ۸۴
شان لولاک ۹۱
نور مصطفیٰ ۹۴
اپنے جیسا بشر کہنا ۹۸
عقیدہ حیات النبی ۱۰۲
حضور غیب جانتے ہیں ۱۰۳
حضور حاضر و ناظر ہیں ۱۰۸
حضور وسیلہ ہیں ۱۱۱
سردار، شفیع، طبیب ۱۱۳
حضور کی معراج ۱۱۶
حضور نے خدا کو دیکھا ۱۱۹
حضور کی محبت ۱۲۳
محبوب کی غیرت ۱۲۶
محبوب کی اطاعت ۱۲۸
محبوب کو بے عیب جاننا ۱۲۹
محبوب کا ادب ۱۳۳
شریعت مطہرہ ۱۳۵
حواشی ۱۳۹

حرف نیاز

غلام مصطفیٰ مجددی-ایم-اے

مجدد الف ثانی، اعلیٰ حضرت
خدا کے فضل کے کہسار دونوں   نبی کے دین کے معمار دونوں
شریعت کے حسیں شہکار دونوں   حقیقت کے علمبردار دونوں
مجدد الف ثانی، اعلیٰ حضرت
دیا دونوں نے درس عشق و مستی   سکھائی حق رسی و حق پرستی
وہ جن کے دم سے مہکی بستی بستی   وہ جن سے پرضیا ہے بزم ہستی
مجدد الف ثانی، اعلیٰ حضرت
دیا اہل جہاں کو فکر، تازہ   ہدایت سے، محبت سے نوازا
نکالا دہر سے شر کا جنازہ   وہ جن کی خاک پا، حوروں کا غازہ
مجدد الف ثانی، اعلیٰ حضرت
نشاں، عزم و وقار و حوصلہ کے   وہ پیکر، شوق و تسلیم و رضا کے
حدیٰ خواں، منزل راہ ھدا کے   خدا شاہد مقرب ہیں خدا کے
مجدد الف ثانی، اعلیٰ حضرت
وہ میرے مقتدا ہیں، پیشوا ہیں   مرے غمخوار ہیں، درد آشنا ہیں
در مولا کا سیدھا راستہ ہیں   تہ دل سے غلام مصطفیٰ ہیں
مجدد الف ثانی، اعلیٰ حضرت

حرف اول

”الحمد لله الذی هدانا للایمان والاسلام والصلوه والسلام علی سیدنا محمد النبی الامی الذی استنقذنا به من عباده الاوثان والاصنام اما بعد۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

”قارئین کرام! اللہ واجب تعالیٰ بعض شخصیات مقدسہ کو ایسی شان جلالت عطا فرماتا ہے کہ ان کا قول و فعل اہل زمانہ کے لیے معیار حق بن جاتا ہے۔ برصغیر پاک و ہند میں حضرت امام ربانی سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہ النورانی کی ذات ستودہ صفات کو بھی یہ مقام و مرتبہ حاصل ہوا۔ آپ کے عقائد و نظریات کو بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں خاص پذیرائی ملی۔ مثلاً آپ نے بعض دوستوں کے کہنے پہ ایک رسالہ لکھا جس میں راہ طریقت کے آداب و نصائح پہ بحث فرمائی۔ فرماتے ہیں:

○ ”الحق رساله غیر مکرر کثیر البرکات است بعد از تحریر آں چناں معلوم شد که حضرت رسالت خاتمیت علیه الصلوه والسلام باجمعی کثیر از مشائخ امت خود حاضر اند و ہمیں رساله را در دست مبارک خود دارند و از

کمال کرم خویش آں را بوسه می کنند و به مشائخ می نمایند که ایں نوع معتقدات می باید حاصل کرز و جماعه که بایں علوم مستسعد گشته بودند نورانی و ممتاز اند و عزیز الوجود ور وبروئے آں سرور علیۃ الصلوه والسلام ایستاده اند والقصه بطولها ودر ہماں مجلس باشاعت ایں واقعه حقیر را امر فرمودند ۔

؎ باکریماں کارہا دشوار نیست"(۱)

یہ حضور امام الانبیاء محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ عنایت تھی کہ آپ کے علم و فضل، فکر و نظر کا لوہا جہاں اپنوں نے مانا وہاں بیگانوں نے تسلیم کیا، فیضی و ابو الفضل سے لے کر وہابی و دیوبندی حضرات تک آپ کی عظمت علمی و رفعت فکری کا اعتراف کرتے ہیں، یہ الگ بات کہ ان سب کے عقائد و نظریات آپ سے نہیں ملتے، اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ آپ سنت و جماعت کے علمبردار ہیں اور یہ سنت و جماعت کے مخالف، فیضی و ابو الفضل کو تو چھوڑیئے، وہابی و دیوبندی حضرات کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ یہ لوگ حضور مجدد الف ثانی قدس سرہ کے ساتھ محبت و عقیدت کا دعویٰ بھی کرتے ہیں۔ آپ کے علمی و روحانی وارث بھی کہلاتے ہیں۔ آپ کو معیار حق بھی سمجھتے ہیں مگر پھر بھی آپ کے عقائد و نظریات سے ان کے عقائد و نظریات کو کوئی نسبت نہیں، آپ سے ان حضرات کی محبت و عقیدت کا حال دیکھئے۔

○ امام الوہابیہ مولوی اسمٰعیل دہلوی نے آپ کو امام ربانی، قیوم زمانی جیسے معزز القاب سے یاد کر کے اولیا عظام میں شمار کیا (۲)

○ مولوی داؤد غزنوی نے لکھا کہ "اس نازک زمانہ میں اسلام کی نصرت و حمایت کے لیے اللہ تعالیٰ نے امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد بن عبد الاحد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کو

پیدا فرمایا' شیخ سرہندی تمام داعیانہ صلاحیتوں سے آراستہ تھے" (۳)

○ ابوالاعلیٰ مودودی نے لکھا

"شیخ کا کارنامہ اتنا ہی نہیں کہ انہوں نے ہندوستان میں حکومت کو بالکل ہی کفر کی گود میں چلے جانے سے روکا اور اس فتنہ عظمیٰ کے سیلاب کا منہ پھیرا جو اب سے تین چار سو سال قبل ہی اسلام کا نام و نشاں مٹا دیتا' اس کے علاوہ انہوں نے دو عظیم الشان کام اور بھی سرانجام دیئے' ایک یہ کہ تصوف کے چشمہ صافی کو ان آلائشوں سے جو فلسفیانہ اور راہبانہ گمراہیوں سے اس میں سرایت کر گئی تھیں' پاک کر کے اسلام کا اصلی اور صحیح تصوف پیش کیا۔ دوسرے یہ کہ ان تمام رسوم جاہلیت کی شدید مخالفت کی جو اس وقت عوام میں پھیلی ہوئی تھیں" (۴)

○ مولوی عبداللہ روپڑی نے لکھا

حضرت مجدد نے اپنے مکتوبات میں توحید و سنت کی ترغیب اور شرک و بدعت کی تردید اور اعمال شرکیہ اور بدعتیہ کی جس عمدگی سے نشاندہی فرمائی یہ انہیں کا حصہ ہے۔ اور ایمان و اعتقاد کی سلامتی کے لیے صحابہ کرام اور علمائے سلف کے تعامل کا جو سنہری اصول پیش فرمایا یہ ہر قسم کے الحاد اور گمراہی کی شناخت کے لیے راہنما بھی ہے اور اس سے بچنے کے لیے تریاق بھی" (۵)

○ ملک حسن علی جامعی نے لکھا:

"اگر اہل اسلام انصاف سے کام لے کر شیخ مجدد کی تعلیمات کو آویزہ گوش بنائیں تو مسلمانوں کی بہت سی تلخیاں دور ہو سکتی ہیں اور بہت سے خانہ برانداز جھگڑے نمٹائے جا سکتے ہیں"۔ (۶)

اب ان حضرات کو چاہیے تھا کہ اپنی تحریروں کے مطابق حضور شیخ مجدد قدس سرہ کی تعلیمات و ارشادات کی روشنی میں خدا اور رسول کے متعلق اپنے عقائد و نظریات پہ نظر ثانی کرتے' لیکن حیرت و افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ قول و فعل کی دورنگی جیسے ان کے ہاں ملتی

ہے، کہیں اور نہیں، دوسری طرف چودھویں صدی کے مجدد امام اہلسنت اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ نے امام ربانی کے عقائد و نظریات کو فروغ دیا۔ اور اپنے وسیع تجدیدی میدان میں ان کے انداز فکر سے راہنمائی حاصل کی، ان حضرات کی دورنگی یہاں بھی قابل دید ہے کہ یہ امام ربانی کے عقائد و نظریات کو تو قرآن و سنت کے مطابق سمجھتے ہیں مگر جب انہیں عقائد و نظریات کو اعلیٰ حضرت بریلوی بیان کریں تو ان کو قرآن و سنت کے خلاف قرار دیتے ہیں۔

بقول داغ دہلوی ؎

خوب پردہ ہے کہ چلمن سے لگے بیٹھے ہیں
صاف چھپتے بھی نہیں، سامنے آتے بھی نہیں

زیر نظر کتاب رقم کرنے کا مقصد بھی یہی کہ ان لوگوں کی دورنگی عوام الناس پہ ظاہر کی جائے جو مدت دراز سے تعلیمات مجددیہ کو اپنے مزموم ارادوں کی تشکیل و تکمیل کے لیے استعمال کر رہے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ اہل انصاف جان لیں گے کہ امام ربانی کے علمی و روحانی وارث یہ نام نہاد "نام لیوا" نہیں بلکہ امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ ہیں۔ جیسا کہ عصر حاضر کے نامور مفکر پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب نے لکھا ہے

> "حقیقت یہ ہے کہ امام ربانی کے افکار نے پاک و ہند کی فکری زندگی اور سیاسیات پر گہرا اثر ڈالا اور معاشرے میں تدریجی انقلاب پیدا کیا ہے۔ پاکستان و ہند کے مفکرین میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ، حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمتہ اللہ علیہ اور ڈاکٹر محمد اقبال امام ربانی سے بہت متاثر ہیں" (تقدیم مکتوبات امام ربانی بحیثیت ماخذ ایمانیات ص ۱۸)

* * *

امام ربانی......امام بریلوی کی نظر میں

ان دو رنگ ملاؤں نے جہاں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ پہ "مشرکانہ عقائد و نظریات" پھیلانے کا الزام لگایا وہاں ان کے خلاف یہ مہم بھی شروع کی کہ وہ اکابر امت، خصوصاً امام ربانی سیدنا مجدد الف ثانی، الشاہ ولی اللہ دہلوی اور الشاہ عبدالعزیز دہلوی علیہم الرحمہ کو بھی خاطر میں نہیں لاتے۔ اس مہم کے اثرات آج بھی موجود ہیں کہ ہمارے بعض نقشبندی حضرات، اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ کو عقیدت و احترام کی نظر سے نہیں دیکھتے، شاید وہ اسی غلط فہمی کا شکار ہیں، دراصل اس غلط فہمی کو ہمارے کچھ نادان دوست بھی ہوا دیتے ہیں۔ راقم الحروف نے بھی کئی "غالی قسم کے رضویوں" کو دیکھا ہے جو امام ربانی کے افکار و اسرار پہ "سکر" کا فتویٰ عائد کرتے ہیں۔ یا برملا اعلیٰ حضرت بریلوی کی تفضیل کے قائل ہیں بلکہ زبردستی اوروں کو بھی قائل کرتے ہیں۔ کئی تو ان کو ہزار سال کا مجدد بھی نہیں مانتے کہ شاید اس طرح ان کے نزدیک اعلیٰ حضرت بریلوی کی مجددیت میں فرق آتا ہے۔ گویا

دونوں طرف ہے آگ برابر لگی ہوئی

اہل تحقیق پہ روشن ہو گا کہ اس غلط فہمی کو پھیلانے والی مہم کا خود اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ نے خوب جواب دیا ہے، فرماتے ہیں

○ "ناچار عوام مسلمین کو بھڑکانے اور دن دہاڑے ان پر اندھیری ڈالنے کو یہ چال چلتے ہیں کہ علمائے اہل سنت کے فتویٰ تکفیر کا کیا اعتبار یہ لوگ ذرا ذرا سی بات پر کافر کہہ دیتے ہیں۔ ان کی مشین میں ہمیشہ کفر ہی کے فتوے چھپا کرتے ہیں، اسمٰعیل دہلوی کو کافر کہہ دیا۔ مولوی اسحاق صاحب کو کہہ دیا۔ مولوی عبدالحی صاحب کو کہہ دیا---- پھر جن کی حیا اور بڑھی ہوتی ہے وہ اور رملاتے ہیں کہ معاذ اللہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کو کہہ دیا شاہ ولی اللہ صاحب کو کہہ

دیا۔ حاجی امداد اللہ صاحب کو کہہ دیا اور مولانا شاہ فضل الرحمان صاحب کو کہہ دیا‘ یا پھر جو پورے ہی حد حیا سے گزر گئے وہ یہاں تک پڑھتے ہیں عیاذا باللہ عیاذا باللہ‘ حضرت شیخ مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو کہہ دیا۔۔۔ غرض جسے جس کا زیادہ معتقد پایا اس کے سامنے اسی کا نام لے دیا" (۷)

اس غلط فہمی کے ازالے کے لیے آپ نے مولانا شاہ محمد حسین الہ آبادی کے استفسار پر ایک رسالہ "انجاء البری عن وسواس المفتری" بھی تحریر فرمایا۔

میرا خیال ہے کہ اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ کی اس عبارت سے ہی دلوں کا غبار دور ہو جانا چاہیے‘ مزید تسلی و تشفی کے لیے مکتوبات رضا سے ایک اقتباس پیش کرتا ہوں‘ آپ نے مولانا محمد علی مونگیروی ناظم ندوۃ العلماء کو لکھا

○ "بالفعل آپ جیسے صوفی صافی منش کو حضرت شیخ مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کا ایک ارشاد یاد دلاتا ہوں اور اس عین ہدایت کے امتثال کی امید رکھتا ہوں۔ حضرت ممدوح اپنے مکتوبات شریفہ میں ارشاد فرماتے ہیں۔ فساد مبتدع زیادہ تراز فساد صحبت صد کافراست (یعنی سو علانیہ کافروں سے ایک بدعتی زیادہ مہلک و خطرناک ہے) مولانا انصاف‘ آپ یا زید‘ یا اور اراکین‘ مصلحت دین و مذہب زیادہ جانتے ہیں یا حضرت شیخ مجدد؟ مجھے ہرگز آپ کی خوبیوں سے امید نہیں کہ اس ارشاد ہدایت بنیاد کو معاذ اللہ لغو و باطل جانئے اور جب وہ حق ہے اور بے شک حق ہے تو کیوں نہ مانئے‘ جس سے ظاہر کہ کافروں کے بارہ میں فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظالمین کا حکم ایک حصہ ہے تو بدمذہبوں کے باب میں سو حصے سے بھی زیادہ خطرناک ہے" (۸)

خدارا غور کیجئے‘ اب بھی کوئی حق آشنا یہ جسارت کر سکتا ہے اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کو معیار حق نہیں مانتے۔ اللہ اللہ وہ تو آپ کے غیرت مند کردار کو اپنے حلقہ احباب میں بطور مثال پیش کرتے تھے۔

اسی طرح وہ دوسرے اکابر امت کے ساتھ امام ربانی کے تبحر علمی کا اعتراف کرتے ہیں

○ "بے شک اس مہر سپہر اصطفا‘ ماہ منیر اجتبا صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے

سایہ نہ تھا اور یہ امر احادیث و اقوال علمائے کرام سے ثابت اور اکابر ائمہ و جہابذ فضلا مثل حافظ رزین، محدث و علامہ ابن سبع صاحب شفا الصدور ...... جناب مجدد الف ثانی فاروقی سرہندی، شیخ الحدیث مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی وغیرہم اجلا فاضلین و مقتدایان کہ آج کل مدعیان خام کار کو ان کی شاگردی بلکہ کلام سمجھنے کی بھی لیاقت نہیں خلفاً عن سلف دائماً اپنی تصانیف میں اس کی تصریح کرتے آئے"(۹)

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ، امام ربانی سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہ کے زبردست مداح تھے، آپ کے علم و فضل، فکر و عرفان اور شان و عظمت کا اعتراف کرتے تھے، آپ کو مجدد الف ثانی یعنی ہزار سال کا مجدد لکھتے تھے؛ آپ کے سلسلے کے اکابر وقت سے ان کا تعلق قائم تھا۔ اس حقیقت کے باوجود کسی کو ان کے بارے میں بدگمانی ہے تو میرے خیال میں کوئی اچھی بات نہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اجتنبوا کثیرا من الظن بہت سی بدگمانیوں سے بچو، پھر یہ بدگمانی کسی بزرگ کے بارے میں ہو تو یقیناً ایمان کا بیڑا غرق کر دیتی ہے۔ بقول رومی ؎

چون کنی با بے حسد مکر و حسد
زاں حسد دل را سیاہیہا رسد
چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنہ پاکاں برد

✲

ایک وہم کا ازالہ

"بعض حضرات" کا خیال ہے کہ اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ، امام ربانی سیدنا

مجدد الف ثانی قدس سرہ کے نام گرامی کے ساتھ "رحمتہ اللہ علیہ" نہیں لکھتے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ان کا دل و دماغ حضرت مجدد قدس سرہ کی محبت و عقیدت سے سرشار نہیں تھا۔ اس وہم کا جواب میں ایک ممتاز عالم دین مولانا غلام رسول گل فیصل آبادی کی تحریر سے دیتا ہوں، مولانا لکھتے ہیں

> "چند دنوں کی بات ہے کہ میرے ایک عزیز نے مجھے اس شبہ میں ڈال دیا کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ نے حضرت شیخ مجدد رحمتہ اللہ علیہ کو معاذ اللہ "ضال" تحریر کیا اور ان کے دل میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کی طرف سے بدظنی بھی رہی ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے اپنی کسی بھی کتاب میں آپ کو "رحمتہ اللہ علیہ" تحریر نہیں فرمایا..... چنانچہ فقیر نے مجدد مائتہ حاضرہ رضی اللہ عنہ کی تصانیف کا مطالعہ شروع کر دیا اور ادھر مولانا حضرت حافظ احسان الحق صاحب سے گفتگو شروع ہوئی...... حضرت موصوف نے کچھ اس طرح مسائل شرعیہ بیان فرمائے کہ تمام شبہات قلب سے محو ہو گئے۔ مثلاً حضرت موصوف نے فرمایا کہ مولانا کسی بھی مقبول بارگاہ الٰہی کے لیے رحمتہ اللہ علیہ کہنا ضروری نہیں..... اعلیٰ حضرت نے حضرت شیخ مجدد علیہ الرحمہ کو اپنی کتب میں متعدد جگہ امام ربانی مجدد الف ثانی تحریر کیا ہے...... اعلیٰ حضرت کا آپ کو فقط "امام ربانی مجدد الف ثانی" ہی تحریر فرما دینا بنسبت "رحمتہ اللہ علیہ" نہ تحریر کرنے کے کافی ہے۔ ویسے اعلیٰ جضرت علیہ الرحمہ نے مجدد صاحب علیہ الرحمہ کو "علیہ الرحمہ" ہی نہیں تحریر کیا بلکہ ان کی شان میں ایک مستقل رسالہ (۱۰) تحریر فرمایا تھا جو طبع نہیں ہو سکا، مثلاً ایک شخص اعلیٰ حضرت کو مجدد مائتہ حاضرہ مانتا ہے، تحریر کرتا ہے مگر وہ رحمتہ اللہ علیہ نہیں لکھتا تو وہ شخص کافر یا بے دین نہیں ہے...... فقیر نے مطالعہ کرتے کرتے جب "حسام الحرمین" کی تمہید کا مطالعہ شروع کیا تو اس میں اعلیٰ حضرت کی ایک ایسی عبارت ملی کہ جس کو پڑھ کر میری آنکھوں میں آنسو آ گئے" آپ اس چال کے متعلق رقمطراز

ہیں کہ

> "ناچار عوام مسلمین کو بھڑکانے اور دن دہاڑے ان پر اندھیری ڈالنے کو یہ چال چلتے ہیں..... الخ(۱۱)

"حسام الحرمین" کی مذکورہ عبارت ابتداء میں نقل کرچکا ہوں' اس عبارت میں اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ نے امام ربانی قدس سرہٗ کے نام گرامی کے ساتھ "رحمتہ اللہ علیہ" کا اہتمام کیا ہے۔ مکتوبات رضا کی عبارت میں بھی یہ اہتمام دیکھا جاسکتا ہے' باقی رہ گیا اس کو فرض و واجب سمجھنا' اور اس کا اہتمام نہ کرنے والے پر بغض و عناد کا الزام لگانا سراسر زیادتی ہے۔ چلو مانا کہ اعلیٰ حضرت کو امام ربانی سے "بیر" تھا اس لیے وہ ان کے نام گرامی کے ساتھ "رحمتہ اللہ علیہ" نہیں لکھتے' تو کیا دوسرے بہت سے بزرگوں سے بھی انہیں شکایت' تھی کہ بہت سے مقامات پہ ان کے اسماء کے ساتھ "رحمتہ اللہ علیہ" نہیں لکھتے کما لایخفی علی اہل البصرہ والمطالعۃ' اس طرح کی معمولی باتوں پر اتحاد و اتفاق' خلوص و محبت' حسن ظن اور پاکیزگی قلب جیسی دولتوں کو قربان کرنا شیوہ مومن نہیں۔ مولانا فیصل آبادی نے آگے چل کر بہت اچھا لکھا ہے

> "فقیر احباب اہل سنت بالخصوص تمام یاران طریقت کی آگاہی کے لیے یہ تحریر کرتا ہے کہ یہ چال دیابنہ کی ہے۔ اب جبکہ شب و روز کی تبلیغ سے پھر اس کے بعد پیری مریدی سے بھی دیوبندیت پھلتی پھولتی نظر نہ آئی تو باہمی منافرت کا بیج ڈال دیا۔ میرے اہل سنت بھائیو! آپ تمام سے یہ گزارش ہے کہ ان دیابنہ کی اس مزموم کوشش سے بچو اور اس سے بچنے کا یہی طریقہ ہے کہ آپ ہر جگہ عرس مجددینؒ شروع کردیں' قادری رضوی حضرات جہاں عرس امام اہل سنت منائیں وہاں عرس امام ربانی ضرور منائیں۔ نقشبندی مجددی حضرات کو چاہیے کہ وہ جہاں عرس امام ربانی منائیں وہاں عرس امام اہل سنت ضرور منائیں۔ اس طرح دونوں بزرگوں کی تعلیمات عام ہوں گی' باہمی منافرت و کشیدگی جو اس مزموم تحریک سے متعدد جگہ پیدا ہوچکی ہے ختم ہو کر تمام اہل سنت میں اتحاد

واتفاق کی لہر دوڑ جائے گی" (۱۲)

⁂

دو شعروں کا مفہوم

"کچھ دوستوں کا خیال ہے کہ اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ نے اپنے درج ذیل شعروں میں امام ربانی پر تنقید کی ہے بلکہ ان پر گمراہی کا فتویٰ لگایا ہے ۔

آنکہ پایش بر رقاب اولیائے عالم است
وانکہ ایں فرمود و حق فرمود باللہ آں توئی
اندریں قول آنچہ تخصیصات بیجا کردہ اند
از "زلل" یا از "ضلالت" پاک ازاں بہتاں توئی

(۱۳)

اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ نے پہلے شعر میں حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے مشہور ارشاد قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ (۱۴) کی طرف اشارہ کیا ہے اور دوسرے شعر میں ان دو گروہوں کے بارے میں اپنا نقطہ نظر بیان کیا ہے جو حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد کو اولیائے وقت تک محدود سمجھتے ہیں، ان دو گروہوں میں ایک گروہ وہ ہے جو حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی محبت و عقیدت سے سرشار ہے مگر یہ ارشاد سمجھنے میں اس سے لغزش ہو گئی۔ دوسرا گروہ گمراہ افراد پہ مشتمل ہے جو اپنی گمراہی کی وجہ سے یہ ارشاد نہ سمجھ سکا، "زلل" اور "ضلالت" کا فرق اہل علم پہ خوب روشن ہو گا۔ اس تشریح کی روشنی میں اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ پر یہ الزام لگانا کہ انہوں نے امام ربانی قدس سرہ کو گمراہ کہا ہے، بہت زیادتی کی بات ہے۔ اولاً، انہوں نے اپنے شعروں میں کون سا امام ربانی کا نام لیا ہے؟ ثانیاً اگر ان کے ذہن میں امام ربانی کا نام

ہے بھی جس کا معترضین شاید اپنی "نگاہ کشف" سے مشاہدہ کر رہے ہیں تو یقیناً وہ امام ربانی کو "اہل ضلالت" میں شمار نہیں کرتے۔ کیونکہ اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ سے بہت بعید ہے کہ وہ ایک گمراہ شخص کو امام ربانی، مجدد الف ثانی کے القاب سے یاد کریں اور اس کے حوالے اپنی تائید میں پیش کر کے اوروں پر حجت تمام کریں، بلکہ اس کے قول کو "ارشاد ہدایت بنیاد" کہہ کر دوسروں کو اس پر عمل کرنے کی ترغیب دلائیں۔

ہو سکتا ہے کہ وہ اس مسئلہ میں امام ربانی کو اجتہادی لغزش والوں میں شمار کرتے ہوں، کیونکہ امام ربانی نے غوث اعظم رضی اللہ عنہ، کے مذکورہ ارشاد کے بارے میں لکھا ہے

"باید دانست کہ ایں حکم مخصوص باولیائے آں وقت است، اولیائے ماتقدم و ماتاخر ازیں حکم خارج اند" (۱۵)

جبکہ فاضل بریلوی غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی محبت اور اپنی تحقیق کی وجہ سے اس ارشاد کو اولیائے وقت تک محدود نہیں سمجھتے، اور یاد رہے کہ اگر کوئی محقق مخلص اپنی تحقیق و اخلاص کی بنیاد پہ کسی بزرگ کے قول کو خطا و لغزش پر مبنی کہہ دے تو اسے گستاخی نہیں کہنا چاہیے، آخر حضرت مجدد علیہ رحمہ نے بھی تو بعض بزرگ حضرات، مثلاً جنید و بایزید، شہاب الدین سہروردی، ابن عربی، فرید و جامی رضی اللہ عنہم کی تمام تر عظمتوں کو تسلیم کرتے ہوئے ان کی بعض باتوں کو "سکریہ" قرار دیا ہے، بلکہ بعض حضرات صحابہ علیہم رضوان کے بارے میں تمام علمائے اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ ان سے خطائے اجتہادی کا ظہور ہوا ہے، کیا اس عقیدے کی بناء پر ان تمام علمائے اہل سنت کو تنقید کا نشانہ بنایا جائے گا؟ نیز قرآن نے حضرت آدم علیہ السلام کے لیے زلت (جس کی جمع زلل ہے) کا لفظ استعمال کیا ہے اس کو کیا کہا جائے گا؟ چلو معترضین کے نزدیک اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ، امام ربانی قدس سرہ کو پسند نہیں کرتے، تو کیا وہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کو بھی پسند نہیں کرتے، کیونکہ شیخ دہلوی نے بھی "فتوح الغیب" فارسی کے دیباچہ میں غوث اعظم رضی

اللہ عنہ کا مذکورہ ارشاد "اولیائے وقت" کے ساتھ مخصوص لکھا ہے، اور شیخ الشیوخ سہروردی علیہ الرحمہ کو گمراہ کہتے ہوں گے۔ جنہوں نے اس ارشاد کو کلمات سکریہ کہا ہے؟(۱۶)

سب جانتے ہیں کہ شیخ دہلوی اور جناب سہروردی جیسے بزرگوں کو اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ نے بڑے القاب واکرام سے یاد کیا ہے، تو یہی کہنا پڑے گا کہ اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ کے نزدیک شیخ دہلوی، جناب سہروردی جیسے بزرگ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد کو اولیائے وقت تک مخصوص کر کے گمراہ نہیں ہوئے، ان سے فکری لغزش ہو گئی۔ اسی طرح امام ربانی گمراہ نہیں ہوئے (نہ ان کو اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ رحمہ نے گمراہ کہا) بس ان سے بھی فکری لغزش ہو گئی اور لغزش عناد کی وجہ نہیں تھی، اجتہاد کی وجہ سے تھی۔ اتنی معمولی سی بات پر اتحاد واتفاق جیسی اہم ضرورت کو پارہ پارہ کرنا کہاں کا انصاف ہے؟

* * *

ضروری گزارش

میرے نزدیک یہ اختلاف لفظی کے سوا کچھ نہیں، کیونکہ جو حضرات مخلص اس ارشاد کو اولیائے وقت تک مخصوص سمجھتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اولیائے متقدمین کے حق میں کیسے جائز ہو سکتا ہے، جن میں صحابہ کرام اور خلفائے اربعہ بھی شامل ہیں جن کی فضیلت احادیث سے تمام اولیاء اللہ پر ثابت ہے اور اولیائے متاخرین میں بھی کیسے جائز ہو سکتا ہے جن میں حضرت مہدی علیہ السلام شامل ہیں، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے اولوالعزم نبی ہیں۔ گویا ان کے نزدیک، صحابہ کرام، خلفائے اربعہ، امام مہدی اور حضرت عیسیٰ جیسے

افراد جلیلہ کو مستثنیٰ کردیا جائے تو اس ارشاد کو علی العموم ماننے میں کوئی قباحت نہیں، امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ بھی حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے اس فیض عام کے قائل ہیں اور "مجدد الف ثانی" کو بھی غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا نائب قرار دیتے ہیں (١٧) بلکہ "افلت شموس الاولین" کے ضمن میں امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ کے وصال سے لے کر تا قیامت آپ کو فیض رساں تسلیم کرتے ہیں (١٨) اور بالکل یہی اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ کا مسلک ہے [illegible] اس ارشاد کو صحابہ کرام، خلفائے اربعہ امام مہدی اور حضرت عیسیٰ جیسے افراد جلیلہ [illegible] نہیں کرتے ۔

صحابیت ہوئی پھر تابعیت
بس آگے قادری منزل ہے یا غوث

(١٩)

"سید جید ہر دہر ہے مولا تیرا" کے تحت حاشیہ میں لکھتے ہیں

على وزان قوله رضى الله عنه قدمي هذه على رقبة كل ولي والمعنى اطلاق لتفضيل الامن خُصّ بدليل كما حققنا فى المجير المعظم شرح مدحيتنا الاكسير الاعظم (٢٠)

ثابت ہوا کہ اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ بھی صحابہ کرام، خلفائے اربعہ امام مہدی رضی اللہ عنہم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے افراد جلیلہ کو اس ارشاد مطلقہ سے مستثنیٰ قرار دیتے ہیں، اس لیے کہ ان کا مقام نص قطعی نے خاص کردیا ہے، یہ تھا اختلاف لفظی جس کو خواہ مخواہ ہوا دے کر بزرگوں کے بارے میں افسوس ناک رویہ اپنایا جا رہا ہے۔ میری ایسے حضرات سے گزارش ہے کہ ان موضوعات پہ سر کھپانے کی بجائے ایسی تحقیق کی جائے جس سے ملت اسلامیہ میں راہ اتفاق ہموار ہو۔ کیونکہ ۔

تو برائے وصل کردن آمدی
نے برائے فصل کردن آمدی

اب ورق الٹیے اور امام ربانی مجدد الف ثانی اور اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہما کی اقدار وافکار میں حیرت انگیز موافقت و مماثلت دیکھ کر ایمان تازہ کیجئے۔

تعلیقات وحواشی

۱۔ مکتوب ۱۶ دفتر اول

۲۔ صراط مستقیم فارسی ص ۱۳۲

۳۔ الاعتصام ۱۳ نومبر ۱۹۵۹ء

۴۔ تجدید واحیائے دین ص ۸۸

۵۔ ہفت روزہ تنظیم اہل حدیث نومبر ۱۹۵۹ء ص ۳

۶۔ تعلیمات مجددیہ ص ۲۳

۷۔ حسام الحرمین ص ۴۲ مطبوعہ لاہور

۸۔ مکتوبات امام احمد رضا ص ۹۰، ۹۱

۹۔ نفی الفی (رسائل نور) ص ۵۲ مطبوعہ لاہور

۱۰۔ اس رسالہ کا نام غالباً التائب التہانی فی مناقب مجدد الف ثانی ہے، اس رسالے کا نام اعلیٰ حضرت کی مشہور کتاب الامن والعلی مطبوعہ بریلی شریف کے بیک ٹائٹل پہ چھپا ہے۔ کاش کوئی محقق اس رسالے کو تلاش کر کے چھاپ دے تو غلط فہمیوں کا ازالہ ہو سکتا ہے۔

۱۱۔ الدر الثمین فی توضیح الاربعین ص ۱۰۵ تا ۱۰۸ (ملخصا) مطبوعہ فیصل آباد

۱۲۔ ایضاً ص ۱۱۰

۱۳۔ حدائق بخشش ص ۶۹ مطبوعہ لاہور

۱۴۔ بہجۃ الاسرار ص ۷، ۸ مطبوعہ مصر، قلائد الجواہر ص ۲۳، سفینۃ الاولیا ص ۶۷

۱۵۔ مکتوب ۲۹۳ دفتر اول

۱۶۔ عوارف المعارف بحوالہ سیرت غوث اعظم ص ۸۶ مولفہ مولانا داؤد فاروقی مطبوعہ موسیٰ زئی شریف

۱۷۔ مکتوب ۱۲۳ دفتر سوم

۱۸۔ ایضاً

۱۹۔ حدائق بخشش ص ۸ دوم

۲۰۔ ایضاً ص ۶ اول

اقدار مشترکہ

ان دو نجات دہندوں کے احوال و آثار میں خاصی مماثلت پائی جاتی ہے۔ ہم اِس باب میں اپنے قارئین کو بعض ایسی اقدار مشترکہ کے مطالعہ کی دعوت دیتے ہیں جو ان دونوں حضرات میں پائی جاتی ہیں۔

علمی خاندان سے نسبت :۔ امام ربانی سید نا مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ، کا تعلق ایسے بلند پایہ علمی و فکری خاندان کے ساتھ تھا جو بلاشبہ صدیوں سے اپنے علم و فکر کے انوار سے دنیائے اسلام کو مستنیر کر رہا تھا۔ آپ کے والد ماجد مخدوم ملت حضرت خواجہ عبدالاحد سرہندی (متوفی ۱۰۰۷ھ/۱۵۹۸ء) اپنے دور کے جلیل القدر عالم دین اور رفیع الحال صوفی تھے صاحب "زبدۃ المقامات" شیخ محمد ہاشم کشمی لکھتے ہیں۔

"در آگاہی از اسرار ارباب توحید وجود مرتبہ علیا داشت و در حل دقائق شیخ محی الدین العربی قدس سرہ الانوار از فرط علم و غلبہ حال ید طولیٰ بر مشرب او بود"(۱) آپ نے سلسلہ عالیہ چشتیہ میں حضرت خواجہ رکن الدین علیہ الرحمہ متوفی ۹۵۳ھ /۱۵۷۵ء) سے فیض حاصل کیا، آپ حضرت خواجہ کے اجل خلفائے کرام میں شامل تھے، آپ نے بہت سی تصانیف رقم فرمائیں اور تصوف میں لکھے گئے بعض رسائل کنوز الحقائق، اسرار التشہد وغیرہ مشہور ہوئے۔

علاوہ ازیں حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ، کے تمام اجداد کرام کا شمار اپنے دور کی ممتاز شخصیات میں ہوتا ہے۔ تفصیل کے لیے حضرت محمد فضل اللہ فاروقی علیہ الرحمہ (متوفی ۱۲۳۸ھ/۱۸۲۲ء) کی کتاب "عمدۃ المقامات" کا مطالعہ ضروری ہے۔

اسی طرح امام اہل سنت مولانا احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ' کا خاندان بھی اپنی مثال آپ ہے۔ آپ کے والد ماجد حضرت مولانا نقی علی خان علیہ الرحمہ (متوفی ۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء) اور جد امجد مولانا رضا علی خان علیہ الرحمہ (متوفی ۱۲۸۲ھ/۱۸۶۲ء) اپنے وقت کے متبحر علمائے دین میں مانے جاتے تھے' ملک العلماء مولانا ظفرالدین رضوی آپ کے جد امجد علیہ الرحمہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"مولانا رضا علی خانصاحب ۱۲۲۴ھ میں پیدا ہوئے اور شہر ٹونک میں مولوی خلیل الرحمٰن صاحب مرحوم و مغفور سے علوم عربیہ حاصل کیے ۲۳ سال کی عمر میں ۱۲۴۷ھ کو سند فراغ حاصل کر کے مشار الیہ اماثل واقران و مشہور اطراف و زمان ہوئے' خصوصاً" علم و فقر و تصوف میں کامل مہارت حاصل فرمائی" (۲)

اسی طرح آپ کے والد گرامی حضرت مولانا نقی علی خان علیہ الرحمہ کے بارے میں رسالہ مبارکہ جواہرالبیان فی اسرار الارکان" مرتبہ فاضل بریلوی میں درج ہے۔ "جناب فضائل ماب تاج العلماء راس الفضلاء حامی سنت ماحی بدعت' بقیۃ السلف حجۃ الخلف رضی اللہ عنہ (۳) مزید لکھتے ہیں۔

"جو وقت انظار' وحدت افکار' فہم صائب و رائے ثاقب حضرت حق جل وعلا نے انہیں عطا فرمائی ان دیار و امصار میں اس کی نظیر نظر نہ آئی' فراست صادقہ کی یہ حالت تھی کہ جس معاملہ میں کچھ فرمایا وہی ظہور میں آیا' عقل معاش و معاد دونوں کا بروجہ کمال اجتماع بہت کم سنا' یہاں آنکھوں سے دیکھا' -------- فضائل جلیلہ و خصائل جمیلہ کا حال وہی جانتا ہے جس نے اس جناب کی برکت صحبت سے شرف پایا ہو۔

این نہ بحریست کہ در کوزہ تحریر آید (۴)

آپ نے بڑی تحقیقی کتابیں تحریر فرمائیں' جن کے حوالہ جات اعلحضرت بریلوی علیہ الرحمہ نے اپنی تصانیف قاہرہ میں مختلف مقامات پر نقل کیے ہیں۔

ماہ ولادت وماہ وصال :۔ امام ربانی سیدنا مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ' ۱۴

شوال المکرم ۹۷۱ھ شب جمعۃ المبارک میں پیدا ہوئے(۵) آپ کے بارے میں آپ کے والد گرامی نے عجیب خواب دیکھا جس کی تعبیر حضرت شاہ کمال کتھیلی علیہ الرحمہ (متوفی ۹۸۱ھ) نے بیان فرمائی "کہ آپ کے ہاں ایک ایسا فرزند ہو گا جس کی برکت سے ظلمت کفر والحاد اور بدعت دور ہو گی' یہ فرزند بڑے بڑے شہنشاہوں کو نیچا دکھائے گا' نیز ایک مرتبہ آپ کی والدہ' ماجدہ سے فرمایا

اس بچے کی عمر دراز ہو گی' یہ عارف کامل ہو گا اور ہمارے تمہارے جیسے اس کے دامن فیض سے وابستہ ہوں گے (۷)

آپ کا وصال ۲۹ صفر المظفر ۱۰۳۴ھ بروز دوشنبہ کو ہوا۔ عمر مبارک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سن وصال سے متجاوز نہ تھی (۸) آپ نے اپنے وصال کی پہلے ہی خبر دے دی تھی (۹)

ان امور میں اعلیٰحضرت بریلوی قدس سرہ کی آپ کے ساتھ کمال مماثلت ہے۔ مولانا ظفرالدین رضوی لکھتے ہیں۔

"مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی سلمہ اللہ تعالیٰ نے دس ۱۰ ماہ دہم یعنی شوال بروز شنبہ ۱۲۷۲ھ عرصہ دنیا میں قدم رکھا آپ کے جدامجد قدس سرہ العزیز نے عقیقہ کے دن ایک، خواب خوشگوار دیکھا جس کی تعبیر یہ تھی کہ یہ فرزند فاضل وعارف ہو گا" (۱۰)

آپ کا وصال ۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ کو ہوا (۱۱) وفات سے کئی ماہ پیشتر اپنی تاریخ وفات لکھ دی (۱۲)

حضرت امام ربانی رضی اللہ عنہ' کا سال وصال آیہ مبارکہ الا ان اولیا اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون (۱۰۳۴ھ) ہے اور امام اہل سنت اعلیٰحضرت بریلوی قدس سرہ کا سال وصال بھی قرآن پاک کی ایک آیہ مبارکہ ویطاف علیھم بانیہ من فضتہ والواب (۱۳۴۰ھ) سے اخذ ہوتا ہے۔

اسم گرامی :۔ حضرت امام ربانی رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی احمد ہے۔ اعلیٰحضرت بریلوی قدس سرہ' کا اسم گرامی بھی احمد ہے۔ جسے دنیائے تاریخ نے شیخ احمد سرہندی

اور امام احمد رضا خاں بریلوی کے ناموں سے محفوظ کیا۔

سلاسل اربعہ کے فیوضات:۔ حضرت امام ربانی رضی اللہ عنہ کو سلاسل اربعہ نقشبندیہ، قادریہ چشتیہ، سہروردیہ کے کمالات وفیوضات حاصل تھے۔ خصوصی طور پر آپ سلسلہ نقشبندیہ کے فروغ کے لیے کوشاں رہے لیکن دوسرے سلسلوں کا درس بھی دیتے تھے۔ مولانا قاضی عالم الدین صاحب مترجم "مکتوبات مجدد الف ثانی" لکھتے ہیں۔

"جمیع مشائخ عظام نے اپنے فیض اور نسبتیں آپ میں القا فرمائیں آپ نے سب کو اپنے طریق میں احتراماً" شامل کیا اور ان کو اپنی نسبت خاصہ سے جو جناب باری تعالیٰ سے بوساطت رسالت مآب آپ کو خصوصیت سے عطا ہوئے تھے مدرج فرمایا، پس "طریقہ مجددیہ" تمام امت کے اولیا کے سلسلوں کو جامع ہے اور اس طریق کے سالکوں کو ہر ایک سلسلہ کے اولیا کا فیض حاصل ہوتا ہے اور سب سلسلوں کے مشائخ کی عنایت اس کے شامل حال ہوتی تھی، چنانچہ قیوم اربعہ جملہ سلسلوں میں مرید فرماتے تھے مگر بعد آپ کے بلحاظ اتباع شرع شریف سوائے نقشبندیہ قادریہ طریقوں کے دوسرے طرق میں مرید کرنے کی ممانعت ہو گئی۔ (۱۳)

سلسلہ قادریہ کے ساتھ بھی آپ کا گہرا تعلق تھا۔ حضور غوث الاغیاث سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ، کی توجہات وعنایات کے سزاوار تھے اور ان کی تعلیمات کو عام فرماتے تھے۔

اسی طرح اعلیحضرت بریلوی قدس سرہ کو بھی سلاسل اربعہ میں خلافت واجازت حاصل تھی۔ آپ اگرچہ سلسلہ قادریہ سے خصوصی لگاؤ رکھتے مگر نقشبندیہ، چشتیہ اور سہروردیہ سے بھی علمی اور روحانی وابستگی تھی (۱۴)۔ آپ نے مشہور خانواوہ ولی اللہی سے علمی وروحانی فیض حاصل کیا، جیساکہ حدیث مصافحہ کی اسناد سے ثابت ہے۔ خود فرماتے ہیں له عند شیخنا السعید الاجل رضی اللّٰه عنه، طریقان احد هما من جهه الشیخ المحقق مولانا الشیخ عبدالحق المحدث الدهلوی والاخری من جهته الشاه عبدالعزیز

الدھلوی غفر لھما المولٰی القوی (۱۵)

ایک سند حدیث میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کو اعلم المحدثین اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کو "ذی الفضل والجاہ" لکھا ہے اور دونوں بزرگوں کے اسماء گرامی کے ساتھ "رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ" رقم کیا ہے۔ (۱۶) جو ثابت کرتا ہے کہ آپ ان حضرات کو اپنے سلسلہ اساتذہ میں شامل کرتے تھے۔ اسی طرح سند مصافحہ میں بھی ان دونوں بزرگوں کا ذکر کیا۔ ظاہر ہے یہ دونوں بزرگ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ سے تعلق رکھتے تھے۔ لہٰذا اعلٰحضرت بریلوی قدس سرہ' ان کے توسل و تصدق سے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ' کے فیضان سے بھی سرشار ہوتے رہے۔ سلاسل اربعہ کے علاوہ حضرت مجدد کو سترہ اور اعلٰحضرت کو تیرہ سلسلوں کا فیض حاصل تھا۔

فہم قرآن:۔ حضرت امام ربانی رضی اللہ عنہ' کو قرآن حکیم کا گہرا درک تھا۔ یہاں تک کہ حروف مقطعات اور متشابہات کا علم بھی حاصل تھا۔ فرماتے ہیں۔

"اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے ان متشابہات کی تاویلات میں سے ایک شمہ مجھ فقیر پر ظاہر فرمایا اور اس بحر محیط کی ایک نہر اس مسکین کی زمین استعداد میں کشادہ فرمادی (۱۷) اکبری دور کے مشہور دانشور اور ادیب ملا فیضی نے جب تفسیر سواطع الالہام لکھنی شروع کی تو بعض مقامات پر آپ سے مدد لی۔

ایک دن حضرت مخدوم زادہ محمد معصوم رحمہ القیوم نے اصرار کیا کہ اسرار مقطعات سے پردہ ہٹایا جائے۔ آپ نے صرف ح ف ق سے پردہ "ہٹایا تو ہوش اڑ گئے (۱۸) علاوہ ازیں آیات محکمات سے جو استدلال فرمایا اس کے نمونے مکتوبات شریفہ اور دیگر تصانیف منیفہ میں جابجا دیکھنے کو ملتے ہیں اور آپ کے تدبر و تفکر پہ شاہد ہیں۔ اسی طرح فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے قرآن حکیم کی روح کو پیش کیا۔ آپ کے ترجمہ قرآن کی اردو تراجم میں واقعی کوئی مثال نہیں۔ آپ کے انداز ترجمانی سے فکر قرآن موتیوں کی طرح جھلکتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ آپ حروف مقطعات کو جمال مصطفٰے کے مختلف پہلوؤں کی تصویر سمجھتے ہیں۔ یہ شعر دیکھیے۔

ک گیسو، ہ دھن، ی ابرو، آنکھیں ع، ص
ک ح ی ع ص اُن کا ہے چہرہ نور کا

حفظ قرآن :۔ حضرت امام ربانی رضی اللہ عنہ، نے حفظ قرآن کی دولت شاہی قلعہ گوالیار میں عالم اسیری کے دوران حاصل کی۔ فرماتے ہیں۔

دوسری بات کہ قرآن پاک "سورہ عنکبوت" تک ختم ہو گیا ہے، رات کو جب اس مجلس سے واپس آتا ہوں تو تراویح میں مشغول ہو جاتا ہوں۔ حفظ کی یہ دولت عظمیٰ اس پریشانی میں حاصل ہوئی جو جان جمعیت تھی الحمدللہ اولا" واخرا" (۱۹)

اعلحضرت بریلوی قدس سرہ، نے بھی آغاز تعلیم میں نہیں، فراغت تعلیم سے کافی دیر بعد قرآن حکیم حفظ کیا تھا۔ فرماتے ہیں۔

"بعض ناواقف حضرات میرے نام کے ساتھ "حافظ" لکھ دیا کرتے ہیں۔ حالانکہ میں اس لقب کا اہل نہیں تھا۔ یہ ضرور ہے کہ اگر کوئی حافظ صاحب کلام پاک کا کوئی رکوع ایک بار پڑھ کر مجھے سنا دیتے، دوبارہ مجھ سے سن لیتے۔ بس ایک ترتیب ذہن نشین کر لیتا ہے۔ (۲۰) پھر آپ نے رمضان المبارک کے دنوں میں ہی سارا قرآن حفظ کر لیا۔ فرماتے ہیں "بحمد اللہ میں نے کلام پاک بالترتیب بکوشش یاد کر لیا اور یہ اس لیے کہ ان بندگان خدا کا کہنا غلط نہ ثابت ہو" (۲۱)

اللہ اکبر! معلوم ہوتا ہے کہ یہ دنوں بزرگ زبردست قوت حافظہ اور بے مثال ذہانت ولیاقت کے مالک تھے۔ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء○

علم حدیث :۔ حضرت امام ربانی رضی اللہ عنہ، نے بیشتر علوم معقول ومنقول اپنے والد گرامی سے حاصل کیے۔ تفسیر وحدیث کا علم حضرت قاضی بہلول بدخشی اور حضرت مولانا یعقوب کشمیری علیہما الرحمہ سے پڑھا۔ آپ کو حدیث وسنت کا گہرا مطالعہ تھا۔ آپ نے عقائد اہل سنت اور احوال صوفیائے ملت کو حدیث کی روشنی میں ثابت فرمایا۔ علم حدیث میں اپنا مقام خود بیان فرماتے ہیں۔

○ "یوں محسوس ہوتا ہے جیسے مجھے طبقہ محدثین میں داخل کر لیا گیا ہے (۲۲)

اعلحضرت بریلوی قدس سرہ، نے بھی "تمام دینیات کی تکمیل اپنے والد ماجد سے تمام فرمائی" (۲۳)

علم حدیث میں آپ کا پایہ بہت بلند تھا۔ شیخ یٰسین احمد خیاری المدنی نے علم حدیث میں آپ کے تبحر کو سراہتے ہوئے لکھا ہے۔

"وھو امام المحدثین (وہ محدثین کے امام ہیں)۔ (۲۴)

مقام اجتہاد :۔ فقہ وکلام میں حضرت امام ربانی رضی اللہ عنہ، کو منفرد مقام حاصل تھا۔ خواجہ محمد ہاشم کشمی فرماتے ہیں۔

"حضرت مجدد کو مسائل فقہ پورے طور پر مستحضر تھے اور اصول فقہ میں بھی بہت زیادہ مہارت رکھتے تھے۔ (۲۵)

علم کلام میں تو آپ کو مجتہدانہ بصیرت و فراست میسر تھی۔ آپ خود فرماتے ہیں۔

"مجھے توسط حال ایک رات جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم علم کلام کے ایک مجتہد ہو، اس وقت سے لے کر مسائل کلامیہ میں میری رائے خاص اور میرا علم مخصوص ہے۔ (۲۶)

یہ حقیقت ہے کہ آپ نے جس طرح فقہی وکلامی مسائل و معارفؒ میں اپنی جلالت علم و فضل کا لوہا منوایا ہے وہ آپ کا ہی حصہ ہے۔ آپ کے پیرو مرشد حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رضی اللہ عنہ، نے آپ کے علم و فضل کا یوں اظہار فرمایا ہے۔

"شیخ احمد نام مردے است در سرہند کثیر العلم وقوی العمل روزے چند فقیر با نشست وبرخاست کرد، عجائب روزگار و اوقات او مشاہدہ کردہ بہ آں می نماید کہ چراغے شود کہ عالم ہا از وے روشن گردند (۲۷)

اسی طرح حضرت مجدد کے دور مسعود سے لے کر آج تک علمائے عرب و عجم

آپ کی مدح وثنا میں رطب اللسان ہیں۔ مثلاً مولانا آزاد بلگرامی فرماتے ہیں۔

"برستا بادل جس کے چھینٹے عرب وعجم پر چھا گئے، چمکتا سورج جس کا نور مشرق ومغرب میں پھیل گیا۔ ظاہری وباطنی علوم کا جامع اور پوشیدہ خزانوں کا مال"۔ (۲۸)

شاعر مشرق حضرت علامہ اقبال علیہ الرحمہ آپ کے علم وفکر سے ازحد متاثر تھے، حضرت علامہ نے اپنے ایک خطبہ یورپ میں آپ کو "سلوک وعرفان کا مجتہد اعظم" قرار دیا ہے۔ (۲۹)

اعلحضرت فاضل بریلوی قدس سرہ، بھی زبردست فقیہ اور عظیم متکلم تھے، آپ کا بارہ جلدوں میں مجموعہ "فتاوی العطایا النبویہ" فقہ اسلامی کا انسائیکلوپیڈیا ہے۔ آپ نے متعدد کتب فقہ وتفسیر پر اپنی تعلیقات وحواشی رقم فرما کر اپنی مجتہدانہ صلاحیتوں سے دنیائے علم وفضل کو متاثر کیا ہے۔ حضرت اقبال علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

"وہ بے حد ذہین اور باریک بین عالم دین تھے، فقہی بصیرت میں ان کا مقام بہت بلند تھا۔ ان کے فتاوٰی کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کس قدر اعلیٰ اجتہادی صلاحیتوں سے بہرہ ور تھے اور پاک وہند کے لیے نابغہ روزگار فقیہ تھے۔ ہندوستان کے اس دور متاخرین میں ان جیسا طباع اور ذہین فقیہ بمشکل ملے گا" (۳۰) مولانا ابوالحسن ندوی اعتراف کرتے ہیں۔

"حرمین شریفین کے قیام کے زمانے میں بعض رسائل بھی لکھے اور علمائے حرمین نے بعض سوالات کیے تو ان کے جواب بھی تحریر کیے، متون فقہ اور اختلافی مسائل پر ان کی ہمہ گیر معلومات، سرعت تحریر اور ذہانت کو دیکھ کر سب کے سب حیران وششدر رہ گئے۔ (۳۱)

مولانا غلام رسول رضوی لکھتے ہیں۔

"یہ بات بلاخوف تردد کہی جا سکتی ہے کہ اعلحضرت فاضل بریلوی کی شخصیت

اجتہادی شان کی حامل تھی اور جس شخص نے اعلحضرت فاضل بریلوی کی فقہی تحقیقات کا بنظر غائر مطالعہ کیا ہے اس کے لیے یہ کوئی نظری مسئلہ نہیں ہے ------ اعلحضرت عظیم البرکت رحمتہ اللہ علیہ اگرچہ مجتہد فی شرح یا مجتہد مطلق تو نہیں ہیں لیکن آپ کی تحریروں میں سے اجتہاد کا رنگ جھلکتا ہے اور آپ کی تقریروں سے استنباط کی مہک آتی ہے" (۳۲)

مقام تجدید :- حضرت امام ربانی رضی اللہ عنہ، کے مجدد ہونے پر اجماع امت ہے کہ حوالجات کی ضرورت نہیں۔ اہل تشیع کے علاوہ جملہ مکاتب فکر نے آپ کی مجددانہ عظمتوں کو تسلیم کیا ہے اور آپ کے قول و فعل کی صحت و ثقاہت کا اقرار کیا ہے۔ تمام مفکرین و محققین، صوفیہ و متکلمین آپ کی بارگاہ میں حضرت علامہ اقبال کی طرح خراج عقیدت پیش کر رہے ہیں واقعی!

"وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہبان" تھے۔

اعلحضرت بریلوی قدس سرہ، بھی مقام تجدید میں اس شان سے فائز المرام تھے کہ کوئی منصف مزاج آدمی انکار نہیں کر سکتا۔ آپ جب حرمین شریفین میں حاضر ہوئے تو وہاں کے جید علمائے کرام نے آپ کی ازحد قدر منزلت کی اور آپ کو چودھویں صدی ہجری کا مجدد قرار دیا۔ حضرت الشیخ موسیٰ علی شامی ازھری مدنی فرماتے ہیں۔

"امام الائمہ المجدد لہذہ الامتہ امر دینہا المؤید لنور قلوبہا ویقینہا الشیخ احمد رضا خان بلغیہ اللہ فی الدارین القبول والرضوان (۳۳)

خدا کی قسم، اگر نگاہوں پہ بغض و عناد کی تاریک پٹی نہ بندھی ہو تو آپ کے بیمثال کارہائے نمایاں آپ کے مجدد برحق ہونے پہ حجت قطعی نظر آتے ہیں۔

عالمگیر پذیرائی :- حضرت امام ربانی رضی اللہ عنہ، کا فیضان ولایت، اکرام ہدایت، ہندوستان تک محدود نہیں، تمام بلاد اسلامیہ میں آفتاب نیمروز کی تابناک

کرنوں کی طرح پھیلا ہوا ہے۔ دراصل یہ ان کلمات طیبہ کی برکتوں کا ظہور ہے جو آپ کے مرشد ارشد حضرت باقی باللہ رضی اللہ عنہ' کی زبان حق ترجمان سے ادا ہوئے تھے کہ

”میاں شیخ احمد آفتاب است کہ مثل ماہزاراں ستارگاں در ضمن ایشاں گم است واز کمل اولیائے متقدمین خال خالے مثل ایشان گزشتہ باشند (۳۴)

آپ کو حیات ظاہری ہی میں دوست پذیرائی ملی۔ آپ برادر حقیقی حضرت شیخ مودود کے نام ایک مکتوب گرامی میں فرماتے ہیں۔

”اے بھائی! لوگوں کا تو یہ حال ہے کہ دور دور سے چیونٹیوں اور ٹڈیوں کی طرح یہاں آرہے ہیں اور تم اپنے گھر کی دولت کی قدر وقیمت نہ جانتے ہوئے کمینی دنیا کی طلب میں شوق وذوق کے ساتھ دوڑ رہے ہو۔ (۳۵)

آپ کے علم ومعارف کو آپ کے خلفائے کبار نے دنیا کے کونے کونے میں پہنچایا۔ حضرت قیوم ثانی سیدنا محمد معصوم عروۃ الوثقیٰ رضی اللہ عنہ' نے تو فیضان مجدد سے سارے جہان کو معمور کردیا۔ تاریخ مرات العالم اور جہاں نما میں یوں لکھا ہے۔

”مشیخیت کی مسند پر کوئی ایسا شخص اب تک نہیں بیٹھا جیسا کہ شیخ محمد معصوم سرہندی' جہان کے تمام اطراف وجوانب کے بادشاہ' علماء مشائخ چھوٹے' بڑے وضیع وشریف مشرق سے مغرب اور جنوب سے شمال تک کے حضرت کے مرید ہوئے یاد رہے کہ خانان توران وترکستان' والیان دشت قبچاق وبدخشاں' فرمانروایان ختا وخراساں' تخت نشینان کاشغر وطبرستان' حاکمان قستان وکرجستھاں' سب کے سب آپ کے دیدار کے لیے سرہند شریف میں خیمہ زن ہوئے' ایسا اجتماع سرہند میں پہلے ہوا نہ بعد میں ہوگا (۳۶)

حضرت شاہ احمد سعید دہلوی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ

”آپ کے دست مبارک پر نو لاکھ افراد نے بیعت کی اور آپ کے خلفا تقریباً سات ہزار تھے۔ (۳۷)

بعدہ، سلسلہ عالیہ مجددیہ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا گیا' علامہ اقبال علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

"بیدل کے کلام میں خصوصیت کے ساتھ حرکت پر زور ہے۔ نقشبندیؒ سلسلے اور حضرت مجدد الف ثانی سے بیدل کی عقیدت کی بنیاد بھی یہی ہے۔ نقشبندی مسلک حرکت اور رجائیت پر مبنی ہے ------ ہندوستان سے باہر افغانستان بخارا' ترکی وغیرہ میں نقشبندی مسلک کا زور ہے (۳۸)

محقق العصر ڈاکٹر پروفیسر محمد مسعود احمد مظہری مشرق و مغرب کے محققین کی آراء و تاثرات رقم کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

"آپ نے ملاحظہ فرمایا حضرت مجدد الف ثانی کا ذکر کہاں کہاں نہیں انگلستان میں آپ کا ذکر' فرانس مین آپ کا ذکر' اٹلی میں آپ کا ذکر' افغانستان مین آپ کا ذکر' ہالینڈ میں آپ کا ذکر' امریکہ میں آپ کا ذکر' ترکی میں آپ کا ذکر' مصر میں آپ کا ذکر' حجاز میں آپ کا ذکر اور پاکستان اور ہندوستان کی فضائیں تو نہ معلوم کب سے آپ کے ذکر سے گونج رہی ہیں (۳۹)

اعلٰحضرت بریلوی قدس سرہ' کی عالمگیر پذیرائی بھی اپنی مثال آپ ہے۔ آپ عرب و عجم کے محبوب و مقبول مفکر ہیں۔ سفر حجاز کے دوران اہل علم و فضل کے ہاں آپ کو جس قدر سراہا گیا اس کی تفصیل جناب مولانا عبدالحق الہ آبادی سے سنئے۔

"میں کئی سال سے مدینہ منورہ میں مقیم ہوں' ہندوستان سے ہزاروں صاحب علم آتے ہیں۔ ان میں علماء صلحاء اتقیاء سب ہی ہوتے ہیں' میں نے دیکھا کہ وہ شہر کے گلی کوچوں میں مارے مارے پھرتے ہیں اور کوئی بھی ان کو مڑکر نہیں دیکھتا' لیکن "فاضل بریلوی" کی طرف یہاں کے سب ہی علما اور بزرگ جوق در جوق چلے آرہے ہیں اور ان کی تعظیم میں بصد تعجیل کوشاں ہیں' یہ اللہ تعالٰی کا فضل خاص ہے جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے"۔ (۴۰)

حضرت مولوی مفتی عبدالمنان لکھتے ہیں

"اعلحضرت کی ذات کسی تعارف کی محتاج نہیں، وہ تو آفتاب شریعت ماہتاب طریقت ہیں، دنیا کا کونسا خطہ اور مقام ہے جو آپ کی علمی ضوفشائیوں سے محروم رہا ہو ------- ہندوستان تو ہندوستان، علمائے مکہ ومدینہ زادھما اللہ تعالیٰ شرفا" تعظیما"، روم وشام، مصر ویمن سب ہی کو آپ کے علم وفضل کا مداح پایا" (۴۱)

موجودہ دور میں رضویات پر سیر حاصل کام ہوا ہے۔ اغیار کے پھیلائے ہوئے اندھیرے چھٹ گئے ہیں اور بریلی کا چاند پورے کرو فر سے آسمان شہرت پر چمک رہا ہے۔ برصغیر ہی کیا، براعظم ایشا امریکہ، افریقہ، یورپ سب نغمات رضا سے گونج گونج اٹھے ہیں۔

اولاد صالحہ:۔ حضرت امام ربانی رضی اللہ عنہ، کی ساری اولاد علم وعرفان کی دولت سے مالا مال تھی۔ حضرت خواجہ باقی باللہ رضی اللہ عنہ، فرماتے ہیں

"فرزندان آں شیخ کہ اطفال اسرار الٰہی اند بالجملہ شجرہ طیبہ انا نبتہ اللہ نباتا حسنا" (۴۲)

آپ کے شہزادگان گرامی خواجہ محمد صادق، خواجہ محمد سعید اور زیب مسند خلافت خواجہ محمد معصوم رحمتہ اللہ علیہم بڑی شان وشوکت، قدر ومنزلت کے حامل تھے۔ اسی طرح خانوادہ مجددیہ کے دوسرے حضرات جن میں خواجہ محمد فرخ، خواجہ محمد عیسیٰ، خواجہ محمد اشرف اور خواجہ محمد یحییٰ رحمتہ اللہ علیہم بھی اللہ کی نشانیاں تھے۔ خود حضرت امام ربانی رضی اللہ عنہ نے ان سب کا ذکر بڑے اچھے انداز میں فرمایا ہے۔ آگے چل کر حضرت خواجہ نقشبند، خواجہ محمد زبیر سرہندی اور خانوادہ مجددیہ کے دوسرے فرزند شریعت وطریقت کی اشاعت میں سرگرم رہے۔

اعلحضرت بریلوی قدس سرہ، کی اولاد بھی اپنے معاصرین میں ممتاز نظر آتی ہے اور علم وفضل میں اپنے والد بزرگوار کی مظہر دکھائی دیتی ہے۔ حضرت حجتہ الاسلام مولانا حامد رضا خان اور مفتی اعظم ہند مولانا مصطفےٰ رضا خان رحمتہ اللہ علیہما کے دسترخوان علم وفضل کا ایک زمانہ ریزہ خوار رہا ہے۔ یہ دونوں حضرات فیض رضا کے وارث ہیں اور فیض رضا کو دنیا کے گوشے گوشے میں تقسیم کرنے والے

ہیں۔

خلفائے کبار :۔ تاریخ شاہد ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی سے اپنے دین کا کام لینا چاہتا ہے تو اس کے اردگرد وفادار ساتھیوں کی ایک جماعت پیدا کر دیتا ہے، یہ جماعت بھی حقیقت میں اسی مستعان حقیقی کی امداد کا ظہور ہوتی ہے، جب حضرت امام ربانی رضی اللہ عنہ، نے توفیق ایزدی سے تجدید دین کا بیڑا اٹھایا تو وقت کے ذہین و فطین، مخلص وفادار لوگ آپ کے دامن سے وابستہ ہونے لگے۔ انہوں نے آپ کے پیغام کو اس جرات واستقامت سے پھیلایا کہ اکبری وجہانگیری استبداد کے بت پاش پاش ہو گئے۔ ان کا شاہانہ رعب وجلال خاک میں ملنے لگا۔ امرائے سلطنت، خان اعظم، خان جہاں مرزا داراب، قلیج خان، خان خاناں اور نواب شیخ فرید بخاری جیسے امراء اور روساء آپ کے عقیدت مند تھے، ان لوگوں کی وجہ سے درباری رنگ بدلنے لگا۔ بہرحال یہ سچ ہے کہ اس دور پر آشوب میں اصلاح احوال کی ہر تحریک آپ کی مرہون احسان ہے۔

اعلحضرت بریلوی قدس سرہ، کے خلفائے کبار بھی کثیر تعداد میں موجود تھے آپ نے اہل علم وفضل کی ایک زبردست ٹیم تیار کی جس نے آپ کی تعلیم کو عوام الناس تک پہنچایا اور انگریزوں کے تشکیل کردہ فرقوں کے مذموم عقائد ونظریات کاڈٹ کر مقابلہ کیا یہ علماء آپکے خلفائے کبار تھے یا خلفائے کبار سے تعلق رکھنے والے تھے۔

بارگاہِ رسالت سے رابطہ :۔ ہر بندہ مومن کی زندگی کا حاصل محبوب خدا حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کے علاوہ اور کچھ نہیں اور ظاہر ہے حضور کی رضا پروردگار عالم کی رضا کا پر تو ہے۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی نے ساری عمر حضور کی رضا کے لیے بسر کی تو حضور نے انہیں ایسا نوازا کہ نوازنے کا حق ادا کر دیا۔ آپ کا بارگاہ رسالت سے بے پناہ ربط و تعلق تھا۔ اس تعلق کی عظیم مثال دیکھیے، فرماتے ہیں۔

"یہ رسالہ بعض یاروں کے کہنے پہ لکھا گیا' یاروں نے کہا تھا کہ ایسی نصیحتیں لکھی جائیں جو طریقت میں فائدہ دیں کہ ان کے مطابق زندگی بسر کی جائے' واقعی رسالہ بے مثال اور باعث برکات کثیرہ ہے۔ اس رسالہ کی تحریر کے بعد یوں معلوم ہوا کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے بہت سے مشائخ کرام کے ساتھ تشریف فرماہیں اور اس رسالہ کو ہاتھ میں لیے ہوئے ہیں۔ کبھی اس کو چومتے ہیں اور کبھی مشائخ کرام کو دکھاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ایں نوع معتقدات می باید حاصل کرد اس قسم کے عقائد رکھنے چاہئیں' اور ان علوم کو حاصل کرنے والے لوگ نورانی' ممتاز اور عزیز الوجود ہیں اور حضور نے اس خاکسار کو اس واقعہ کی اشاعت کا حکم صادر فرمایا۔

بر کریماں کارہا دشوار نیست (۴۳)

قیم طریقہ مجددیہ حضرت مرزا مظہر جان جاناں رضی اللہ عنہ' فرماتے ہیں۔

"ایک بار سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا ------ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟ فرمایا میری امت میں ان کی مثل اور کون ہے؟ میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ کیا ان کے مکتوبات بھی آپ کی نظر سے گزرے ہیں؟ فرمایا اگر اس میں سے تمہیں کچھ یاد ہو تو سناؤ' میں نے آپ کے ایک مکتوب کی یہ عبارت پڑھی "سبحانہ' تعالیٰ وراء الوراء ثم وراء الوراء" بہت پسند کیا' محظوظ ہوتے ہوئے فرمایا پھر پڑھو میں نے دوبارہ وہی عبارت پڑھی تو اس سے بھی زیادہ تعریف کی' یہ مبارک صحبت دیر تک رہی (۴۴)

اعلحضرت بریلوی قدس سرہ' کا بھی بارگاہ رسالت سے کمال درجے کا رابطہ تھا۔ یہ رابطہ آپ کی سیرت مبارکہ کے ایک ایک پہلو سے جھلکتا ہے یہ بے شمار واقعات ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے بہت خوش ہیں۔ مثلاً مدینہ طیبہ کی حاضری کے دوران آپ نے اپنی مشہور نعت لکھی۔

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں
تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

تو اسی رات حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اپنی زیارت سے نوازا (۴۵)

جب اعلحضرت بریلوی قدس سرہ' کا وصال ہوا تو ایک شامی بزرگ نے خواب دیکھا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کسی کا انتظار فرما رہے ہیں۔ انہوں نے عرض کی۔ حضور کس کا انتظار ہے' حضور نے فرمایا احمد رضا کا' انہوں نے یہ خواب ۲۵ صفر المظفر کی رات دیکھا' تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ اعلحضرت بریلوی قدس سرہ' کا وصال بھی اسی رات' اسی وقت ہوا جس وقت وہ خواب میں جمال رسالت سے شاد کام ہو رہے تھے' (۴۶)

کتابیات

۱۔ زبدۃ المقامات ص ۱۱۳ مطبوعہ کانپور
۲۔ حیات اعلحضرت جلد اول ص ۴ مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور
۳۔ ایضاً" ص ۶
۴۔ ایضاً" ص ۶
۵۔ جواہر مجددیہ ص ۲۱ مطبوعہ ادارہ اسلامیات لاہور
٦: مجدد الف ثانی نمبر ماہنامہ "نور اسلام" شرقپور جلد اول ص ۳۰
۷۔ زبدۃ المقامات ص ۱۲۷ مطبوعہ سیالکوٹ
۸۔ سیرت مجدد الف ثانی (۲۲٦) از ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب مطبوعہ کراچی۔
۹۔ وصال احمدی (۷) مطبوعہ مراد آباد۔ انڈیا
۱۰۔ حیات اعلحضرت ص ۱۱ جلد اول

۱۱۔ حیات امام اہل سنت ص ۳۷ مطبوعہ رضا اکیڈمی لاہور
۱۲۔ رسائل رضویہ ص ۵ مطبوعہ مکتبہ حامدیہ لاہور حصہ اول۔
۱۳۔ جواہر مجددیہ ص ۳۴
۱۴۔ انوار رضا ص ۳۵۶ مطبوعہ لاہور
۱۵۔ الاجازۃ المتینۃ لعلماء مکۃ والمدنیہ
۱۶۔ ایضاً"
۱۷۔ حضرات القدس" جلد دوم ص ۶۸ مطبوعہ سیالکوٹ بحوالہ مکتوبات شریفہ مکتوب ۲۷۶ دفتر اول۔
۱۸۔ ایضاً" ص ۶۹
۱۹۔ مکتوب ۳۴ جلد سوم۔ مکتوبات مجدد الف ثانی۔
۲۰۔ حیات اعلحضرت ص ۳۶ جلد اول مطبوعہ لاہور
۲۱۔ ایضاً"
۲۲۔ زبدۃ المقامات ص ۱۳۰ مطبوعہ سیالکوٹ
۲۳۔ حیات اعلحضرت ص ۳۳ جلد اول۔
۲۴۔ الفیوضاۃ الملکیہ ص ۴۷۰ مطبوعہ کراچی۔
۲۵۔ زبدۃ المقامات (۲۷۸)
۲۶۔ مبداء المعاد شریف مع مکتوبات شریفہ مطبوعہ ادارہ اسلامیات لاہور ص ۷۱۶
۲۷ :۔ رقعات خواجہ باقی باللہ رقعہ ۶۵(بحوالہ حضرت مجدد اور ان کے فاقدین ص ۲۷ مطبوعہ دہلی۔
۲۸ :۔ سبحۃ المرجان ص ۴۷۔
۲۹ :۔ تشکیل جدید الہیات ص ۲۹۸ مطبوعہ لاہور۔
۳۰ :۔ مقالات یوم رضا حصہ سوم (۱۰) بحوالہ اقبال واحمد رضا مطبوعہ لاہور
۳۱ :۔ نزہتہ الخواطر جلد ۲ (۴۱) مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد بحوالہ

حیات امام اہل سنت

۳۲:۔ فاضل بریلوی کا فقہی مقام ص ۱۰ مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور

۳۳:۔ الفیوضات المکیہ (۲۶۲) مطبوعہ کراچی۔

۳۴:۔ زبدۃ المقامات احوال خواجہ میر نعمان

۳۵:۔ ایضاً" ص ۱۸۷ مطبوعہ سیالکوٹ۔

۳۶:۔ بحوالہ انوار لاثانی (۲۱۵) مطبوعہ، علی پور سیداں شریف

۳۷:۔ مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ (۳۴) مطبوعہ دہلی۔

۳۸:۔ ملفوظات (۱۲۲) مطبوعہ لاہور مرتبہ محمود نظامی۔

۳۹:۔ سیرت مجدد الف ثانی (۴۰۵) مطبوعہ کراچی

۴۰:۔ الاجازۃ المتینۃ (۷)

۴۱:۔ حیات اعلحضرت جلد اول (۲۰۵) از ظفر الدین بہاری مطبوعہ کراچی
بحوالہ فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں

۴۲:۔ رقعات باقی رقعہ ۶۵

۴۳:۔ مکتوب ۱۶ مکتوبات مجدد الف ثانی دفتر اول مطبوعہ کراچی (فارسی)

۴۴:۔ مقامات مظہری فصل ۱۴ مطبوعہ لاہور

۴۵:۔ سوانح اعلحضرت از بدر الدین رضوی مطبوعہ احمد نگر، بہار

۴۶:۔ ایضاً" ص ۳۱۹

○ ○ ○ ○ ○

باب ۲

توحید و تقدیس

* * *

توحید وجودی

تصوف اسلام میں مسئلہ وحدت وجود بہت اہمیت کا حامل ہے۔ اسے سب سے پہلے شرح و بسط کے ساتھ شیخ اکبر حضرت خواجہ محی الدین محمد ابن عربی (متوفی ۶۳۸ھ / ۱۲۴۰ء) نے بیان کیا(۱) حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے اس کی تفصیل اس طرح لکھی ہے۔

> "شیخ اکبر کہتے ہیں کہ وجود صرف اللہ تعالیٰ کا ہے' اس کی صفات کا ظہور ہوا' اس کی صفات میں سے ایک صفت علم ہے' اللہ کے علم میں تمام اشیاء کی تفصیل موجود ہے۔ اشیاء کی تفصیل کا نام "اعیان ثابتہ" ہے۔ اعیان ثابتہ کا عکس باہر پڑا اور ان کا ظہور ہوا' ممکنات کی جو شکلیں نظر آ رہی ہیں وہ موہومی ہیں' حقیقت میں صرف ایک ہی ذات وحدہ لاشریک کی ہے اور چونکہ یہ موہومی شکلیں خلاق عظیم جل جلالہ کی صنعت ہے اسی لیے ان میں اتقان ہے۔ اور اتقان بھی ایسا ہے کہ ان پر ثواب و عقاب کا ظہور ہوتا ہے۔ شیخ اکبر نے جب تمام اشیاء کو موہومی عکس قرار دیا تو "ہمہ اوست" کہنا ان کے لیے جائز ہوا" (۲)

حضرت شیخ اکبر علیہ الرحمہ کا کلام بہت دقیق مسائل پر مشتمل تھا' علمائے ظاہر اس کو

نہ سمجھ سکے اور حضرت شیخ اکبر علیہ الرحمہ کو برے الفاظ سے یاد کرنے لگے' حضرت شیخ نوری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

> ”کوئی ان کو کافر (العیاذ باللہ) اور کوئی ان کو قطب کہتا ہے' جو مجاہدے اس جماعت نے کیے ہیں اور جو چاشنی انہوں نے پائی ہے اس کے متعلق وہ شخص کیا کہہ سکتا ہے جس نے نہ ویسے مجاہدے کیے اور نہ وہ حلاوت پائی“ (۳)

ان کی بزرگی اور جلالت شان کا یہی ثبوت کافی ہے کہ شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردی رضی اللہ عنہ نے ان کو ”بحرالحقائق“ (۴) قرار دیا ہے۔ آپ کے بعد اکثر اولیائے کرام اور صوفیائے عظام رضی اللہ عنہم نے آپ کا مسلک اختیار کیا' حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ فرماتے ہیں

> ○ ”اور جناب شیخ کے بعد جو مشائخ آئے ان میں سے اکثر نے جناب شیخ کی پیروی کی اور آپ کی اصطلاح کو اختیار کیا' ہم پس ماندگان انہی بزرگوار کی برکات و فیوضات سے مستفید ہوئے ہیں اور ان کے علوم و معارف سے فوائد حاصل کیے ہیں' اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے ان کو جزائے خیر عطا فرمائے“۔ (۵)

حضرت مجدد' الف ثانی قدس سرہ کا دور بہت عجیب تھا' اس دور میں علمائے سو اور صوفیہ خام نے اس نظریے کو اس غلط انداز سے لیا کہ شریعت اسلامی کی بنیادیں ہل گئیں۔ جناب ڈاکٹر مسعود احمد صاحب لکھتے ہیں

> ”اکبر نے اپنی اس بے راہ روی کے لیے کچھ اسلام سے بھی سہارا لیا کیونکہ وہ چاہتا تھا کہ اس وبال کا بوجھ مسلمانوں پر بھی رہے۔ اس سلسلے میں تصور وحدۃ الوجود کی غلط تعبیر و تشریح سے اس کو بڑی مدد ملی اور وہ الحاد کی طرف مائل ہو گیا' بقول ملا عبدالقادر بدایونی' صاحب نزہتہ الارواح شیخ تاج الدین دہلوی اکثر دربار میں باریاب ہوتے' رات بھر رہتے اور وجودی فلسفے پر تقریریں کرتے' خود ابوالفضل بھی اسی غلط تعبیر و تشریح سے متاثر نظر آتا ہے' اور یہ اس لیے کہ اس غلط تعبیر سے ان کے اپنے اغراض و مقاصد پورے ہو رہے تھے۔ ابوالفضل

کے خیالات خاص قسم کی ذہنی کیفیت کی غمازی کرتے ہیں کہ اے خدا! میں تیرے طالبوں کو ہر معبد میں دیکھتا ہوں ' ہر زبان میں تیری ہی حمد کی جاتی ہے ' ہر مذہب یہی تعلیم دیتا ہے کہ تو وحدہ لاشریک ہے۔

مسجد و مندر ہو یا گرجا ' ہر جگہ تیری ہی عبادت کی جاتی ہے ' کبھی میں تجھ کو گرجا میں تلاش کرتا ہوں۔ اور کبھی مسجد میں ' ہاں ایک معبد سے دوسرے معبد میں تلاش کرتا پھرتا ہوں۔ اے خدائے برتر! تیرے ہاں دین و الحاد کا کوئی امتیاز نہیں ' کیونکہ تیری ردائے حق کے پیچھے ان دونوں میں سے کسی کی گنجائش نہیں ' الحاد ' ملحدوں کو مبارک اور دین دینداروں کو ' ہاں پھول کی پنکھڑیاں گل فروشوں کو مبارک ہوں۔" (۶)

* * *

خود اندازہ کیجئے جب اس قسم کے نظریات واہیہ پروان چڑھتے ہوں تو حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ جیسے غیور اور پابند شریعت لوگ کیسے خاموش رہ سکتے ہیں ' آپ نے وحدت وجود کا انکار نہیں فرمایا ' اس کی غلط تعبیر و تشریح کا رد کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں

○ "اس میں شک نہیں کہ علمائے ظاہر میں سے کسی نے کہا ہو کہ یہ مسئلہ باطل ہے لیکن ان حضرات نے تو پوری جلالیت کے ساتھ کہا ہے اور لکھا ہے ' ان بزرگوں کے معاملے میں باطل کا کیا دخل ' اس مقام کا بطلان بھی نہیں کیا جا سکتا ' جس مقام پر کہ ان حضرات نے اس عالیشان مسئلے کے متعلق کہا ہے۔ وہاں استیلائے حق ہے اور بطلان باطل ' ان بزرگوں نے تو حق تعالیٰ کے عشق میں خود کو اور غیر خود کو گم کر دیا ہے۔ اپنا نام و نشاں بھی نہیں چھوڑا ' قریب ہے کہ باطل بھی ان کے سائے سے گریزاں ہو۔" (۷)

ایک اور مقام پہ فرماتے ہیں

○ "جاننا چاہیے کہ صوفیہ علیہ میں سے جو لوگ وحدت وجود کے قائل ہیں اور اشیاء کو عین حق جانتے ہیں اور ہمہ اوست کا حکم کرتے ہیں' ان کی مراد یہ نہیں کہ اشیاء حق تعالیٰ کے ساتھ متحد ہیں اور تنزیہ تنزل کر کے تشبیہ بن گئی ہے' اور واجب ممکن ہو گیا ہے اور بیچون چون میں آگیا ہے کہ یہ سب کفر والحاد اور گمراہی و زندقہ ہے۔ وہاں نہ اتحاد ہے' نہ غیبت' نہ تنزل نہ تشبیہ فھو سبحانہ الان کما کان فسبحانہ من لایتغیر بذاتہ ولافی صفاتہ ولافی اسمائہ بحدوث الاکوان' حق تعالیٰ اپنی اسی صرافت اطلاق پر ہے وجوب کی بلندی سے امکان کی پستی کی طرف نہیں آیا۔ بلکہ ہمہ اوست کے معنی یہ ہیں کہ اشیاء نہیں ہیں اور حق تعالیٰ موجود ہے۔ منصور نے جو انا الحق کہا اس کی مراد یہ نہیں کہ میں حق ہوں اور حق کے ساتھ متحد ہوں کہ یہ کفر ہے اور اس کے قتل کا موجب ہے بلکہ اس کے قول کے یہ معنے ہیں کہ میں نہیں ہوں اور حق تعالیٰ موجود ہے۔"(۸)

ایک جگہ فرماتے ہیں

"پس صوفیہ جو وحدت وجود کے قائل ہیں' حق پر ہیں' اور علماء جو کثرت وجود کا حکم کرتے ہیں' حق پر ہیں۔ صوفیہ کے احوال کے مناسب وحدت ہے اور علماء کے حال کے مطابق کثرت ہے' کیونکہ شرائع کی بناء کثرت پر ہے' اور احکام کا جدا جدا ہونا کثرت پر موقوف ہے اور انبیاء کرام کی دعوت اور آخرت کا ثواب و عذاب اسی کثرت سے تعلق رکھتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ فاحببت ان اعرف کے موافق کثرت کو چاہتا اور ظہور کو دوست رکھتا ہے تو اس مرتبہ کا باقی رکھنا ضروری ہے۔"(۹)

ایک جگہ فرماتے ہیں

○ **وہ مسئلہ** وحدت وجود میں شیخ علاؤ الدولہ کا خلاف علماء کے طریقہ پر مفہوم رکھتا ہے کیونکہ ان کی نگاہ اس کے قبح کی طرف ہے۔ حالانکہ راہ کشف میں یہ

مسئلہ ان کو پیش آچکا ہے اور صاحب کشف آں را قبیح نہ داند' صاحب کشف اس کو قبیح نہیں سمجھتا"(۱۰)

آپ اس مسئلہ کی غلط تعبیر کرنے والوں کے بارے میں فرماتے ہیں

○ "وحدت وجود کے ماننے والوں کے سردار حضرت ابن عربی قدس سرہ اس وہم کے عدم ارتفاع میں بے بہا مبالغہ سے کام لیتے ہیں اور اس کا رفع ہونا کسی طرح جائز نہیں سمجھتے اور ناقص لوگوں کی ایک جماعت جو خود کو ان کا پیرو سمجھتی ہے ان کے مقصد کو نہ پا کر اس وہم کے رفع کی قائل ہو گئی اور ایک عالم کو الحاد و زندقہ میں مبتلا کر دیا۔ "(۱۱)

* * *

شاہجہاں کے بعد دارا شکوہ متوفی ۱۰۶۹ھ نے ہندوؤں کو اپنا حمایتی بنانے کے لیے اپنے پردادا اکبر اعظم کی طرح اسی نظریے کا سہارا لیا۔ اور کفر و اسلام کو ملانے کی مزموم کوشش کی۔ پروفیسر محمد اقبال مجددی لکھتے ہیں۔

"اس نے ہندوؤں کو اپنا حامی بنانے کے لیے وحدت الوجود اور ہندو ویدانت کو ملانا چاہا اس پر ملا شاہ بدخشی کی صحبت نے نوبت یہاں تک پہنچا دی کہ فلسفہ وحدت الوجود سے وحدت ادیان کے تصور تک رسائی میں کوئی مشکل نہ رہی۔ جس کا عملی نتیجہ کتاب مجمع البحرین کی صورت میں نکلا' اس کتاب میں دارا نے اسلامی تصوف اور یوگ کے خیالات کو ایک دوسرے پر منطبق کرنے کی کوشش کی ہے۔ "(۱۲)

علامہ اقبال فرماتے ہیں ؎

تخم الحادے کہ اکبر پرورید
باز اندر فطرت دارا دمید

دارا کے پھیلائے ہوئے فتنوں کا جواب شہنشاہ عالمگیر کی تلوار اور خواجہ محمد معصوم عروہ الوثقیٰ اور ان کے خلفاء کرام کے قلم نے خوب دیا لیکن بحث و نظر کا ایک طویل سلسلہ چل نکلا تھا، وہ نظریہ جس کو اہل وجود نے بھی اپنی خانقاہوں تک (۱۳) محدود رکھنے کی ہر ممکن سعی فرمائی تھی، اب وقت کے بے رحم دھارے نے اسے عوامی مجلسوں میں لا پھینکا گویا ۔

اڑائے کچھ ورق لالے نے، کچھ نرگس نے کچھ گل نے
چمن میں ہر طرف بکھری ہوئی ہے داستاں میری

جب کوئی معاملہ عوام کے ہاتھوں میں آ جائے تو خیر کی توقع بھی عبث ہے۔ چنانچہ عوام نے اس نظریے کا وہ حشر کیا کہ الامان والحفیظ، صرف ایک جھلک دیکھیے،

○ "ہر چیز خدا ہے، مذہب کی ظاہری حیثیت یعنی دیر و حرم کی تفریق کا خاتمہ، مندر و مسجد کا **فرق جاتا رہا**۔ سماجی زندگی میں اتنی بے اعتدالی پیدا ہوئی کہ یہ کہا جانے لگا کہ انسان **بھی** خدا ہے۔ تو پھر یہ مضحکہ خیز بات ہے کہ خدا خدا کی عبادت کرے، ایسی صورت میں کوئی گناہ نہیں رہتا، کیونکہ گناہ کا مرتکب خود خدا ہے۔ جب خدا ہی مرتکب ہے تو پھر کیسے ممکن ہے کہ خدا خود اپنی ذات کو سزا دے، اس نظریے نے حرم اور میکدے کا فرق ختم کر دیا۔ عوام اپنے نفس اور خدا دونوں کو بیک وقت خوش رکھنے کی کوشش کرتے۔" (۱۴)

اس غلط تعبیر و تشریح کو مقتدر علماء اور صوفیہ نے اپنے اپنے دور میں خوب رد کیا ہے جن میں اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ نمایاں ہیں۔ آپ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کی طرح فرماتے ہیں۔

○ "اور وحدت الوجود کے جتنے معنی اور جس قدر مفاہیم عقل میں آ سکتے ہیں وہ یہی ہیں کہ وجود واحد، موجود واحد، باقی سب اسی کے مظاہر اور آئینے کہ اپنی ذات میں اصلاً وجود و ہستی سے بہرہ نہیں رکھتے، اور حاش ثم حاش یہ معنی ہرگز نہیں کہ من و تو و ما و شما، ایں و آں، ہر شئے خدا ہے۔ یہ اہل اتحاد کا قول ہے جو ایک فرقہ کافروں کا ہے۔ اور یہی بات مذہب ہے اہل توحید کا کہ اہل اسلام و

صاحب ایمان حقیقی ہیں۔" (۱۵)

* * *

ضروری گزارش:

یاد رہے کہ اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ وحدت الوجود کو ہی آخری منزل عرفان سمجھتے ہیں۔ (۱۶) ان کے پیرزادہ والاشان حضرت ابوالحسن نوری علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب "نور علیٰ نور" میں اسی کی تاکید فرمائی ہے۔ جبکہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ رحمہ وحدت الشہود کو آخری منزل عرفان قرار دیتے ہیں۔ یہ اختلاف ہے لیکن یہ اختلاف حقیقی نہیں، اختلاف اضافی ہے۔ (۱۷) اصلاً تو دونوں بزرگ اس نظریے کی حقانیت کے قائل ہیں، اور اگر خاندان ولی اللہی کی تحقیق کے مطابق وحدت الوجود اور وحدت الشہود کا فرق محض نزاع لفظی (۱۸) تصور کیا جائے تو پھر اختلاف اضافی بھی نہیں رہتا، تاہم نزاع لفظی کو خاندان مظہریہ کے محققین نے تکلف قرار دیا ہے (۱۹) خاندان چشتیہ کے فرد وحید حضرت پیر سید مہر علی شاہ علیہ الرحمہ نے بھی نزاع لفظی کو تسلیم نہیں کیا۔ ہمارا ان صفحات میں ان دونوں بزرگوں کے حوالے سے اس دقیق مسئلے کی تاریں چھیڑنے کا مقصد صرف اتنا ہے کہ ان دونوں بزرگوں نے اس کی غیر شرعی تعبیر و تشریح کا رد بلیغ فرمایا ہے۔ اور یہ دونوں بزرگ صوفیائے خام کے پھیلائے ہوئے گمراہ کن نظریات کے مقابلے میں قطعی متفق ہیں۔

* * *

علاوہ ازیں اور بھی اصطلاحات متصوفہ میں ان کا اتفاق نظر آتا ہے۔ مثال کے طور

پہ چند ایک کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

رد عینیت محضہ:

”صوفیہ خام“ نے عبد و رب میں نسبت عینیت کو حقیقی اور غیریت کو وہمی قرار دے کر زنادقہ و ملاحدہ کی راہ اختیار کی“ ”ان کے نزدیک عبد و رب میں وہی نسبت ہے جو زید اور اس کے اعضا میں‘ موم اور اس کے مختلف اشکال میں‘ دریا اور اس کی گوناگوں امواج میں ہے‘ کچے صوفی اور پکے ملحد اس قسم کی بہت سی مثالیں دیتے ہیں۔“ (۲۰)

اس سلسلہ میں حضرت مجدد الف ثانی علیہ رحمہ نے مثال سے توحید وجودی کو سمجھایا ہے‘ فرماتے ہیں۔

○ ”زید کی صورت بے شمار آئینوں میں منعکس ہو جائے اور وہاں ظہور پیدا کر لے اور ہمہ اوست کہہ دیں‘ یعنی یہ تمام صورتیں جنہوں نے بے شمار آئینوں میں نمود و ظہور پیدا کیا ہے زید کی ایک ذات کا ظہور ہیں‘ یہاں کون سا اتحاد و جزیت ہے۔ اور کون سا حلول و تلون ہے۔ زید کی ذات باوجود ان تمام صورتوں کے اپنی صرافت اور اصلی حالت پر ہے۔ ان صورتوں نے اس میں نہ کچھ زیادہ کیا ہے نہ کچھ کم بلکہ جہاں زید کی ذات ہے وہاں ان صورتوں کا نام و نشاں تک بھی نہیں۔“ (۲۱)

یہ مثال بیان کر کے دراصل آپ نے شیخ ولی روزبھان قدس سرہ کے اس قول کا رد کیا ہے جس میں انہوں نے متصوفہ وجودیہ کو اتحاد و حلول کا قائل سمجھا ہے۔ پھر آگے چل کر اپنا نظریہ بیان کرتے ہیں۔

○ ”اپنے مشہود کو حق تعالیٰ کا عین جاننا اور اس اعتبار سے اس پر محمول کرنا بے ادبی ہے۔ کیونکہ وہ مشہود بھی حق تعالیٰ کے کمالات کا ظل ہے۔ (یاد رہے کہ

ظل شئے سے مراد اس شئے کا ظہور ہے) اور حق تعالیٰ وراء الوراء ثم وراء الوراء ہے۔ (۲۲)

نیز فرماتے ہیں نقائص و رذائل سے بھرے ہوئے ملازم کی کیا مجال جو اپنے کو کمالات والا بادشاہ تصور کرے، اور اپنی بری صفات کو بادشاہ کی اچھی صفات کا عین سمجھ لے، (مکتوب دفتر دوم)

پھر فرماتے ہیں کہ وجود جو ممکن کر دیا گیا ہے وہ ایسا امر نہیں جو خود مختار ہو اور اس کو خود بخود استقلال حاصل ہو۔ بلکہ وہ واجب تعالیٰ کا ظل و پرتو ہے اسی طرح حیات علم وغیرہ، سب حق تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ نے بھی اسی قسم کی مثال دی ہے کہ ایک بادشاہ آئینہ خانہ میں جلوہ فرما ہے جس میں مختلف اقسام و اوصاف کے آئینے نصب ہیں۔ ناسمجھ بچوں نے یہ گمان کیا کہ جس طرح بادشاہ موجود ہے یہ سب عکس بھی موجود ہیں کہ یہ بھی تو ہمیں ایسے ہی نظر آتے ہیں جیسے وہ، اہل نظر نے یہ سمجھا کہ

○ "بے شک وجود میں ایک بادشاہ کے لیے ہے، موجود ایک ہی ہے۔ یہ سب ظل و عکس ہیں کہ اپنی حد ذات میں اصلاً وجود نہیں رکھتے، اس تجلی سے قطع نظر کر کے دیکھو کہ پھر ان میں کچھ رہتا ہے۔ حاشا عدم محض کے سوا کچھ نہیں، اور جب یہ اپنی ذات میں معدوم و فانی ہیں اور بادشاہ موجود، یہ اس نمود میں اس کے محتاج ہیں اور وہ سب سے غنی، یہ ناقص ہیں وہ تام، یہ ایک ذرہ کے بھی مالک نہیں اور وہ سلطنت کا مالک یہ کوئی کمال نہیں رکھتے، حیات علم، سمع، بصر، قدرت، ارادہ، کلام سب سے خالی اور وہ سب کا جامع --- تو یہ اس کے عین کیونکر ہو سکتے ہیں۔ لاجرم یہ نہیں کہ یہ سب وہی ہیں، بلکہ وہی وہ ہے اور یہ اس تجلی کی نمود، یہی حق و حقیقت اور یہی وحدت الوجود،

اور عقل کے اندھے کہتے ہیں کہ یہ سب بادشاہ ہیں اور اپنی سفاہت سے وہ تمام عیوب و نقائص جو نقصان قوابل کے باعث ان میں تھے خود بادشاہ کو ان کا

مورد کردیا۔ "(۲۳)

یعنی عینیت محضہ کی تردید سے یہ ثابت ہو گیا کہ حق، حق ہے اور خلق، خلق ہے۔ اگر خلق میں کچھ کمال ہے تو یہ حق کے کمال کا ظہور ہے اور خلق میں کچھ کجی ہے تو اس کی اپنی ہیت کے حوالے سے ہے، حق کا اس میں کوئی قصور نہیں، قرآن بھی یہی کہتا ہے کہ ما اصابک من حسنہ فمن اللہ وما اصابک من سیئتہ فمن نفسک گویا حق تعالٰی کی چیزیں اصالتہ اپنے لیے ثابت کرنا شرک ہے اور اپنی صفات عدمیہ و ناقصہ کو حق تعالٰی کی طرف منسوب کرنا اس کے تنزیہ کے خلاف ہے اور یہ کفر ہے۔ مولائے روم بڑی خوبصورتی سے ذات خلق اور ذات حق کو الگ الگ ثابت کرتے ہیں ؎

جزو یکرہ نیست پیوستہ بہ کل
ورنہ خود باطل بدے بعث رسل
چوں رسولاں ازپے پیوستن اند
پس چہ پیوندند آں چوں یک تن اند

*

معیت و قربت و احاطہ

اللہ تعالٰی ہر شے کے ساتھ بالذات حاضر و موجود ہے۔ اور اس حضور ذاتی کو احاطت ذاتی سے موکد کیا کہ جو ذات اشیاء پر محیط ہے وہ ضروری ہے کہ اشیاء کے ساتھ موجود و مشہود ہو۔ یہ قرآن کی آیات قدسیہ واذا سالک عبادی عنی فانی قریب (۲۴) نحن اقرب الیہ من حبل الورید (۲۵) وکان اللہ بکل شئی محیطا (۲۶) اور ان اللہ علی کل شئی شہیدا۔ (۲۷) سے ثابت ہے، اور دیکھا جائے کہ اللہ ذات مع جمیع صفات کاملہ ہے نہ کہ خاص صفت علم و ارادہ وغیرہ۔ یہ صوفیہ

کرام کا مسلک ہے۔ علمائے متکلمین کے نزدیک یہ معیت، قربت و احاطہ صفاتی ہے۔ یعنی علمی و قدرتی وغیرہ۔ مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

○ "حق تعالیٰ تمام اشیاء کو محیط ہے اور ان کے ساتھ قرب و معیت رکھتا ہے اس قرب و معیت اور احاطہ سے وہ مراد نہیں ہے جو ہمارے فہم قاصر میں آسکے کیونکہ وہ حق تعالیٰ کی جناب پاک کے لائق نہیں......... بقول خواجہ بزرگ ؎

ہنوز ایوان استغنا بلند است
مرا فکر رسیدن ناپسند است

پس ہم ایمان لاتے ہیں کہ حق تعالیٰ اشیاء کو محیط اور ان کے قریب اور ساتھ ہے۔ اس کے قرب اور احاطہ اور معیت کی حقیقت کو نہیں جانتے کہ کس طرح ہے اس کو احاطہ علمی کہنا بھی متشابہ تاویلوں سے ہے لیکن ہم ان کی تاویل کے قائل نہیں۔" (۲۸)

اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

○ "وہ کسی مخلوق سے مل نہیں سکتا کہ اس سے لگا ہوا ہو، کسی مخلوق سے جدا نہیں کہ اس میں اور مخلوق میں مسافت کا فاصلہ ہو"۔ (۲۹)

امام بیہقی علیہ الرحمہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔

"ایک عرش ہی کیا وہ تمام اشیاء سے بالا، سب سے جدا ہے بایں معنی کہ نہ اشیاء اس میں حلول کریں نہ وہ ان میں، نہ وہ ان سے مس کرے نہ ان سے کوئی مشابہت رکھے اور یہ جدائی نہیں کہ اللہ تعالیٰ اشیاء سے ایک کنارے پر ہو ہمارا رب حلول و مس و فاصلہ عزلت سے بہت بلند ہے۔" (۳۰)

بہت سی آیات و احادیث لکھنے کے بعد فرماتے ہیں۔

○ "ان آیات و احادیث سے زمین پر، اور طور پر اور ہر مسجد میں اور بندے کے آگے، پیچھے، داہنے، بائیں اور ہر ذاکر کے پاس، ہر شخص کے ساتھ اور ہر جگہ اور ہر ایک کی شہ رگ گردن سے زیادہ قریب ہونا ثابت ہے۔ (۳۱)

مباحث کثیرہ کے بعد فیصلہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر چھوڑتے ہوئے حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کی طرح عقل و فکر کی تنگ دامانی کا اقرار کرتے ہیں۔

○ ”تفہیم عوام کے لیے ان کے پاکیزہ معانی ہیں، اللہ عزوجل کے جلال کے لائق جنہیں ائمہ کرام اور خصوصاً امام بیہقی نے ”کتاب الاسما“ میں شرحاً بیان فرمایا اور ان کی حقیقی مراد کا علم اللہ عزوجل کے سپرد ہے امنا بہ کل من عند ربنا وما یذکر الا اولوا الالباب (۳۲) اسی طرح ایک جگہ فرماتے ہیں،

○ ”اللہ تعالیٰ عرش و فرش سب کو محیط ہے، وہ احاطہ جو عقل سے وراء ہے۔ اور اس کی شان قدوسی کے لائق ہے۔“ (۳۳)

* * *

ضروری گزارش:

یاد رہے کہ متقدمین کے نزدیک معیت و قربت و احاطہ علمی ہے۔ چونکہ ان کے دور میں باقی صفات کا انکار نہیں کیا جاتا تھا، اس لیے انہوں نے اس کے آگے کچھ نہیں کہا۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ بھی ان کی موافقت اور تقلید میں معیت و قربت و احاطہ علمی سمجھتے ہیں۔ (۳۴) اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ کے دور میں وہابیہ مجسمہ نے شور مچانا شروع کر دیا کہ اللہ تعالیٰ صفت علم کے علاوہ دوسری صفات کاملہ قدرت و ارادہ، حیات وغیرہ میں محیط کل نہیں (العیاذ باللہ) اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ نے قوارع القہار میں ثابت کیا کہ اللہ تعالیٰ از روئے قدرت، خالقیت، مالکیت، علم غرض ہر صفت کاملہ کے ساتھ محیط ہے۔ متقدمین کا ان کو ذکر نہ کرنا ان کی نفی کی دلیل نہیں، ویسے بھی کلیہ ہے کہ عدم ذکر عدم شئے کو مستلزم نہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

○ ”بالجملہ اگر مذہب متقدمین لیجیے تو ہم ایمان لائے کہ ہمارے مولا تعالیٰ کا

علم محیط ہے جیسا کہ سورہ طلاق میں فرمایا' اور احاطہ علم کے معنی ہمیں معلوم ہیں کہ لا یعزب عنہ مثقال ذرہ فی السموت ولا فی الارض اور ہمارا مولا عزوجل محیط ہے جیسا کہ سورہ نسا' سورہ فصلت اور سورہ بروج میں ارشاد فرمایا اور اس کا احاطہ ہماری عقل سے ورا ہے۔ امنا بہ کل من عند ربنا اور اگر مسلک متاخرین پہ چلے تو اللہ تعالیٰ جس طرح از روئے علم محیط ہے یوں ہی از روئے قدرت اور از روئے سمع اور از روئے بصر واز جہت ملک واز وجہ خلق وغیرہ ذلک تو فقط علم میں احاطہ منحصر کر دینا ان سب صفات و آیات سے منکر ہو جانا ہے۔" (۳۵)

گویا متقدمین و متاخرین میں اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں۔ کیونکہ اختلاف تو اس وقت ہوتا جب متقدمین "فقط علم میں احاطہ منحصر کر دیتے"' وہ اس احاطے کو علم میں منحصر نہیں کرتے ہیں' ہاں انہوں نے باقی صفات کاملہ کا فرداً فرداً ذکر نہیں کیا کہ اس وقت ان کے انکار کا فتنہ نہیں اٹھا تھا' ورنہ وہ ضرور ان صفاتِ کاملہ کے حوالے سے بھی اللہ تعالیٰ کو محیط کل ثابت کرتے۔ لہٰذا متقدمین و متاخرین میں مکمل اتفاق ہے۔ فلحمد للہ رب العالمین۔

* * *

غیریت کلی:

یہ عقیدہ ہے کہ ذات خالق اور ذات مخلوق میں مغائرت حقیقی و ضدیت کلی پائی جاتی ہے۔ خالق و مخلوق' عالم و معلوم' ایک نہیں ہو سکتے' لیس کمثلہ شئی کی نص قطعی اس پر شاہد عادل ہے۔ کسی عارف نے کیا خوب کہا ہے الحق موجود والعبد

معدوم وقلب الحقائق محال فالحق حق والعبد عبد، حق موجود ہے، عبد معدوم اور حقائق کا بدلنا محال ہے۔ سو حق، حق ہے اور عبد، عبد (۳۶) حضرت مولانا جامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ؎

از ہمہ در صفات و ذات جدا
لیس کمثلہ شیئی ابدا

ویسے بھی یہ محال عقلی ہے کہ ذات واحد اجتماع نقیضین ہو، للذا ذات حق اور ذات عبد میں ضرور غیریت ہو گی، یاد رہے کہ معیت و قرب و احاطہ اس غیریت کو ختم نہیں کر دیتا، وہ اور ہے اور یہ اور۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ رحمہ فرماتے ہیں:

○ "اور حق تعالیٰ کسی چیز سے متحد نہیں ہے۔ خدا، خدا ہے اور عالم، عالم، حق تعالیٰ بیچون و بیچگون ہے، اور عالم سراسر چونی اور چگونی کے داغ سے داغدار ہے۔ بیچون کو چون کا عین نہیں کہہ سکتے، واجب ممکن کا عین اور قدیم حادث کا عین ہرگز نہیں ہو سکتا۔ ممتنع العدم، جائز العدم کا عین نہیں بن سکتا، حقائق کا انقلاب عقلی و شرعی طور پر محال ہے اور ایک کو دوسرے پر حمل کرنے کا ثبوت کلی طور پر ممتنع ہے۔ (۳۷)

اس عبارت نے ہمیشہ کے لیے ہندو مت کے توہمات، اکبری و دارا شکوہی نظریات اور شعرا و صوفیہ خام کے بے سروپا خیالات کی جڑ کاٹ دی۔ جن کے تحت خالق و مخلوق، قدیم و حادث کعبہ و بتخانہ مسجد و مندر، حق و باطل کے امتیاز کو مٹایا گیا۔ اور اپنی ذات کو خدا کی ذات میں فنا کر کے "عین خدا" ہونے کا درس دیا گیا، اور خدا کی بارگاہ جلالت پناہ کو چھوڑ کر شہنشاہ وقت کے در پہ جبیں سائی کی ترغیب دلائی گئی، دارا شکوہ کے دوست خاص محسن فانی کی اس رباعی پر غور کیجئے ؎

در ذات دوست محو شو از بایدت کمال
در بحر قطرہ ناشدہ گوہر نمی شود
فانی کہ سجدہ بر در دارا شکوہ کرد

دیگر سرش فرود بہ ہر در نمی شود

(۳۸)

اس قسم کے نظریات کا اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ نے بھی خوب تعاقب کیا‘ عقیدہ بیان فرماتے ہیں:

○ ”موجود واحد ہے نہ وہ واحد جو چند ابعاض و اجزاء سے مل کر مرکب ہوا‘ نہ وہ واحد جو چند کی طرف تحلیل پائے‘ نہ وہ واحد جو بہ تہمت حلول عینیت کہ اس کی ذات قدسی صفات پر یہ تہمت لگائی جائے کہ وہ کسی چیز میں حلول کیے ہوئے یا کوئی اس کی ذات احدیت میں حلول کیے ہوئے اور اس میں پیوست ہے اور یوں معاذ اللہ وہ اوج وحدت سے حضیض اثنینیت (دوئی اور اشتراک کی پستیوں میں اتر آئے“(۳۹)

فرماتے ہیں:

○ ”ذات پاک اس کی ند و ضد‘ شبیہ و مثل‘ کیف و کم‘ شکل و جسم جہت و مکان و زمان سے منزہ‘ جب عقیدہ یہ ہے کہ ذات باری قدیم ازلی ابدی ہے۔ اس کی تمام صفات بھی‘ کہ وہ ان تمام چیزوں سے جو حادث ہیں یا جن میں مکانیت ہے‘ یا ان میں اور ان کے اوصاف میں کسی قسم کا تغیر ہونا یا اس کے اوصاف کا مخلوق کے اوصاف کی طرح ہونا یہ تمام امور اس کے لیے محال ہیں۔ یا یوں کہیے کہ ذات باری تعالیٰ ان تمام حوادث و حوائج سے پاک ہے جو خاصہ بشریت ہیں“۔(۴۰)

آپ اور تو اور نور مصطفےٰ کو عین ذات نہیں جانتے‘ فرماتے ہیں‘ حاش للہ یہ کسی مسلمان کا عقیدہ نہیں کہ نور رسالت یا کوئی چیز‘ معاذ اللہ ذات الٰہی کا جز و یا اس کا عین و نفس ہے۔ ایسا اعتقاد ضرور کفر و ارتداد ہے۔ (صلات الصفا ص ۳۶) ہاں اگر نور مصطفےٰ کو نور ذات کہا جائے کہ یہ نسبت تشریفی ہے (جیسا کہ بیت اللہ‘ ناقۃ اللہ) تو جائز ہے‘ ۱۲منہ

صفات باری:

جس طرح ذات باری بے مثال ہے اس طرح اس کی صفات کاملہ بھی بے مثال ہیں۔ قدیم، ازلی وابدی ہیں، متکلمین حق کے نزدیک صفات، ذات کی غیر ہیں نہ عین، اس پر اتفاق ہے(۴۱) صوفیہ کرام لا موجود الا اللہ کے قائل ہیں اس لیے وہ صفات باری کو غیر ذات نہیں کہتے بلکہ عین ذات سمجھتے ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کمالات ذاتیہ میں صفات کو عین ذات کہتے ہیں، ملاحظہ ہو:

> ○ "اے فرزند اس پوشیدہ سر کو سن کہ کمالات ذاتیہ، حضرت ذات تعالیٰ کے مرتبہ میں ذات کا عین ہیں، مثلاً علم کی صفت اس مقام میں حضرت ذات کا عین ہے اور ایسے ہی قدرت اور ارادہ اور تمام صفات کا حال ہے اور اس مقام میں حضرت ذات بتمامہ علم ہے اور ایسے ہی بتمامہ قدرت ہے نہ یہ کہ حضرت ذات کا بعض علم ہے اور بعض قدرت کہ وہاں بعض ہونا اور جزو بننا محال ہے۔"(۴۲)

مزید فرماتے ہیں:

> ○ "افعال وصفات کی تجلی فقیر کے نزدیک ذات کی تجلی کے سوا متصور نہیں کیونکہ افعال وصفات حق تعالیٰ وتقدس کی ذات پاک سے الگ نہیں ہیں تاکہ ان کی تجلی ذات کی تجلی کے سوا متصور ہو سکے، اور وہ چیز جو حق تعالیٰ کی ذات سے الگ ہے وہ حق تعالیٰ کی صفات اور افعال کے ظلال (ظہورات) ہیں جن کی تجلی کو افعال وصفات کے ظلال (ظہورات) کی تجلی کہنا چاہیے، نہ کہ افعال وصفات کی تجلی۔ لیکن ہر شخص کا فہم اس کمال تک نہیں پہنچ سکتا"۔(۴۳)

چونکہ آپ مجتہدین کرام کے اقوال کو صوفیہ پہ ترجیح دیتے ہیں اس لیے فرماتے ہیں:

"ہاں متکلمین نے صفات واجبی جل سلطانہ کے بارہ میں لا ھو ولا غیر ھو کہا ہے، اور غیر سے غیر اصطلاحی مراد رکھ کر اس امر کو مد نظر رکھا ہے کہ دو متغائر چیزوں کا باہم انفکاک یعنی الگ ہونا جائز ہے۔ کیونکہ واجب تعالیٰ کی صفات حضرت ذات سے الگ نہیں ہیں اور نہ ہی حق تعالیٰ کی ذات و صفات قدیمہ کے درمیان انفکاک یعنی الگ ہونا جائز متصور ہو سکتا ہے۔ پس لا ھو ولا غیر ھو صفات قدیمہ میں صادق ہے" (۴۴)

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمہ نے آپ کے نظریہ پہ خوب روشنی ڈالی ہے کہ "حضرت مجدد کو بصیرت کاملہ کا جذبہ عطا ہوا تھا اس لیے آپ نے ذات مقدس کو سب عالموں سے بے نیاز پایا، آپ نے صفات کو دو مرتبوں میں دیکھا اس لیے آپ نے عین ذات بھی فرمایا اور تینوں اعتبارات سے بھی تعبیر فرمایا اور زائد بر ذات بھی فرمایا۔ (تعلیم غوثیہ ص ۲۲۳، مطبوعہ کراچی) اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ بھی اسی طرح صفات کو ذات سے "لاغیر" سمجھتے تھے۔ فرماتے ہیں:

○ "وحقیقته بها هی وما هی الاعین الذات من دون زیادہ اصلا اور حقیقت یہی ہے کہ صفات ذات کی عین ہیں اصلاً بغیر کسی زیادت کے۔" (۴۵)

"لیکن آپ جس ماحول میں کلام فرماتے تھے وہ عوام اہل سنت اور اہل ظاہر کا ماحول تھا۔ اس مقام پر انہوں نے متکلمین کی طرح صفات باری کو لا عین ولا غیر ہی بتایا ہے۔" (۴۶)

آپ فرماتے ہیں:

○ "آئمہ اہل سنت جن کا عقیدہ ہے کہ صفات الٰہیہ عین ذات نہیں (اس کے باوجود) اللہ عزوجل کے علم و قدرت و سمع و بصر و ارادہ و کلام و حیات کو اس کی صفت ذاتی کہتے ہیں۔ حدیقہ ندیہ میں ہے اعلم ان الصفات التی هی له عین الذات ولا غیرها انما هی الصفات

الذاتیہ۔"(۴۷)

اسی اصول کی بنیاد پر آپ نے صلات الصفا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو نور ذاتی کہنا ثابت کیا ہے، یعنی جب صفات کاملہ صفات ذاتی ہیں، پھر بھی متکلمین صریحاً عین ذات نہیں سمجھتے، تو نور مصطفےٰ کو نور ذاتی کہنے سے عین ذات کا شبہ کیونکر وارد ہو سکتا ہے۔۔ جیسے وجوب ذاتی، امتناع ذاتی اور امکان ذاتی کہ ان میں کوئی بھی اپنے موصوف کا عین ذات نہیں نہ جز، بلکہ مفہومات اعتباریہ ہیں جن کے لیے خارج میں وجود نہیں فافہم۔ آپ متکلمین کے ساتھ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کی طرح متفق ہیں، جبھی تو استدلال فرما رہے ہیں، بہار شریعت میں آپ کے اجل خلیفہ حضرت امجد علی رضوی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے:

> ○ "اس کی صفتیں نہ عین ہیں نہ غیر یعنی صفات اس ذات ہی کا نام ہو ایسا نہیں اور نہ اس سے کسی طرح نحو وجود میں جدا ہو سکیں کہ نفس ذات کی مقتضی ہیں اور عین ذات کو لازم۔"(۴۸)

حضرت مولانا شرف القادری فرماتے ہیں:

> "بہار شریعت کے ابتدائی چھ حصے اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ نے حرف بحرف سنے اور جابجا اصلاح فرمائی اور انہیں تقریظ سے مزین فرمایا۔"(۴۹)

یہاں معلوم ہوا کہ آپ متکلمین کے اس عقیدے سے متفق ہیں کہ تائید سکوتی فرما رہے ہیں اور ڈاکٹر حسن رضا اعظمی صاحب لکھتے ہیں کہ متکلمین مشائخ ماتریدیہ اشعریہ کے نزدیک صفات باری تعالیٰ نہ عین ذات ہے نہ غیر ذات، آگے چل کر لکھتے ہیں:

> "اعلیٰ حضرت نے اس مسئلہ پر مکمل تحقیق فرمائی ہے اور صفات لازمہ متفارقہ سے متعلق مذاہب کو شمار کر کے ان کے دلائل کا تجزیہ فرمایا اور متکلمین (ماتریدیہ و اشعریہ) کے مسلک کی تائید فرمائی۔" (''فقیہ اسلام'' ص ۳۲۲، مطبوعہ کراچی)

صفت کلام:

عباسی خلفا، مامون رشید، معتصم باللہ، واثق باللہ کے ادوار خلافت میں معتزلہ پورے عروج پر تھے، انہوں نے اللہ تعالیٰ کی صفت کلام (قرآن حکیم) کو مخلوق کہا۔ علمائے حق نے ان کی پر زور تردید فرمائی، خصوصاً حضرت امام ہمام سیدنا احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کی سعی بلیغ قابل ذکر ہے۔ آپ نے اس سلسلہ میں عباسی خلفا کا قہر و غضب بھی برداشت کیا۔ مگر عقائد اسلام کو داغدار نہ ہونے دیا۔ واثق باللہ کا جانشین متوکل اہل سنت و جماعت کا ہمدرد تھا۔ اس کے دور خلافت میں معتزلہ کا زور ٹوٹ گیا۔ بعد ازاں ائمہ متکلمین ماتریدیہ و اشاعرہ نے ان کے عقائد باطلہ کی خوب خبر لی، امام غزالی اور امام رازی اس میدان کے شہسوار تھے۔

ہندوستان میں اکبر اعظم کے دور میں پھر اس فتنے نے سر اٹھایا، صفدر حیات صفدر صاحب نے لکھا ہے کہ اس دور میں قرآن کو مخلوق قرار دیا گیا، وحی کو امر محال کہا، قرآن کے تواتر اور کلام الٰہی ہونے پر اعتراضات کیے (ملخصا)(۵۰)

اکبر کے معاصر تاریخ نگار ملا عبدالقادر بدایونی لکھتے ہیں:

> "در ہر رکنی از ارکان دین و ہر عقیدہ اسلامیہ چہ در اصول چہ در فروع مثل نبوت و کلام و رویت و تکلیف و تکوین و حشر و نشر شبہات گوناگوں بہ تمسخر و استہزا آوردہ"(۵۱)

اس صورت حال میں حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کی ذات ستودہ صفات سے ہی توقع وابستہ کی جا سکتی تھی کہ آپ اسلاف کرام کی طرح کفر و باطل کے آگے سینہ سپر ہو جائیں، چنانچہ آپ نے اس کا حق ادا کر دیا، آپ نے عوام و خواص میں سرایت کرنے والے اس عقیدہ معتزلہ کی تردید فرمائی اور اہل اسلام کا عقیدہ ثابت فرمایا۔

○ "کلام جو اللہ تعالیٰ سبحانہ کی صفت ہے۔ وہ بھی نرالی ہے اور ازل سے ابد تک وہ اسی ایک کلام کے ساتھ متکلم ہے کیونکہ گونگا ہونا یا خاموش ہونا تو اس بارگاہ کے لیے جائز نہیں۔ اور وہی ایک کلام مختلف مواقع کے ساتھ تعلق ہونے کے باعث متعدد کمالات اور متعدد صیغوں کی صورت میں نظر آتا ہے، کبھی اسے امر کہتے ہیں اور کبھی نہی، کبھی اسے اسم کہتے ہیں اور کبھی حرف۔ "(۵۲)

فرماتے ہیں:

○ "فلاسفہ اپنی بے وقوفی اور معتزلہ نابینائی کے سبب متعلَق کے حدوث سے متعلِّق کے حدوث کے قائل ہیں اور صفات کاملہ کی نفی کرتے ہیں اور حق تعالیٰ کو جزئیات کا عالم نہیں جانتے جس سے تغیر لازم آتا ہے جو حدوث کا نشاں ہے، یہ نہیں جانتے کہ صفات ازلی ہیں اور صفات کے وہ تعلقات جو اپنے متعلقات حادثہ کے ساتھ ہیں۔ "(۵۳)

○ "اس طرح کلام بسیط ہے کہ ازل سے ابد تک اسی ایک کلام سے گویا ہے..... تمام منزلہ کتابیں اور مرسلہ صحیفے اس کلام بسیط کا ایک ورق ہیں، اگر تورات ہے تو وہیں سے لکھی گئی ہے۔ اگر انجیل ہے تو اس نے بھی وہیں سے لفظی صورت حاصل کی ہے۔ اور اگر زبور ہے تو وہیں سے مسطور ہے، اور اگر فرقان ہے تو وہ بھی وہیں سے نازل ہوا ہے۔

واللہ کلام حق کہ علی الحق یکے است وبس

ہاں نزول میں مختلف آثار آتے ہیں۔ (۵۴)

○ "حق تعالیٰ نے اپنے کلام نفسی کو کام و زبان کے وسیلہ کے بغیر اپنی قدرت کاملہ سے حرف و آواز کا لباس عطا فرما کر اپنے بندوں پر بھیجا۔ اور اپنے پوشیدہ امر و نواہی کو حرف و آواز کے ضمن میں لا کر ظہور کے میدان میں جلوہ گر کیا۔ پس کلام کی دونوں قسمیں یعنی نفسی و لفظی حق تعالیٰ کے کلام ہیں۔ اور

دونوں قسموں پر کلام کا اطلاق کرنا حقیقت کے طور پر ہے جس طرح ہمارے کلام کی دونوں قسمیں نفسی و لفظی حقیقت کے طور پر ہمارا کلام ہیں۔ نہ یہ کہ قسم اول حقیقت ہے اور دوسری مجاز' کیونکہ مجاز نفی جائز ہے۔ کلام لفظی کی نفی کرنا اور اس کو کلام خدا کا نہ کہنا کفر ہے۔"(۵۵)

"اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ کے دور میں وہابیہ' انگریزوں کی پشت پناہی میں اپنے مزموم عقائد پھیلانے کے لیے کافی سرگرم عمل تھے' ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی صفات افعالیہ کا حدوث و تغیر جائز ہے۔"(۵۶)

مزید لکھا ہے:

الصفات الفعليله حادثة عند الاكثر من اصحابنا(۵۷)

یہ وہابی مذہب بڑی تیزی سے ترقی پذیر تھا' اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ نے شبانہ روز محنت سے اس کا رد لکھا اور پھیلایا۔ آپ کے خلفائے کرام بھی اس مشن میں برابر کے شریک تھے۔ آپ نے اپنے سادہ دل سنی بھائیوں کو بچانے کے لیے واضح طور پر فرمایا:

"اللہ تعالیٰ اپنی صفات ذاتیہ' اضافیہ (فعلیہ) اور سلبیہ تمام میں ازلاً ابداً موصوف ہے جو صفات الٰہی کو مخلوق کہے اور حادث بتائے گمراہ بے دین ہے۔"(۵۸)

"قرآن پاک کے بارے میں ابن تیمیہ کا عقیدہ القرآن محدث (یعنی قرآن حادث ہے)(۵۹) تھا اور وہابیہ بھی اس کی تعلیمات کے ناشر ہیں۔ اس لیے آپ نے کلام الٰہی کے بارے میں جمہور اہل اسلام کا مذہب لوگوں کو بتایا کہ:

○ "وہی قرآن جو باری تعالیٰ کی صفت قدیمہ ہے جو اس کی ذات پاک سے ازلاً ابداً قائم و مستحیل الانفکاک ہے وہی ہماری زبانوں سے متلو' ہمارے کانوں سے مسموع ہمارے اوراق میں مکتوب' ہمارے سینوں میں محفوظ ہے نہ یہ کہ کوئی اور جدا شے قرآن پر دال ہے۔ نہیں نہیں یہ سب اسی کی تجلیاں ہیں

حقیقتہ وہی متجلی ہے۔ بغیر اس کے کہ وہ ذات الٰہی سے جدا ہو‘ یا کسوتوں کے حدوث سے اس کے دامن قدم پر کوئی داغ آیا ہو یا ان کے تکثر سے اس کی طرف تعدد نے راہ پایا ہو۔ ؎

دمبدم گر لباس گشت بدل
شخص صاحب لباس را چہ خلل

عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ میزان الشریعۃ الکبریٰ میں فرماتے ہیں:

"اہل سنت نے قرآن مکتوب کو حقیقتہ کلام اللہ ہی قرار دیا ہے۔ اگر اس کا نطق ہماری زبان سے واقع ہے اس سے زیادہ کچھ بولنے یا کسی کتاب میں لکھنے کی گنجائش نہیں۔ "(۶۰)

○ نیز فرماتے ہیں کہ "ہمارے ائمہ ثلاثہ کا اجماع واتفاق ہے کہ قرآن عظیم کو مخلوق کہنے والا کافر ہے (تمہید ایمان ص ۳۲‘ مطبوعہ لاہور)

ضروری گزارش:

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کلام باری کو کلام بسیط کہتے ہیں یعنی ایک کلام جو ازلاً ابداً قائم ہے۔ واللہ کلام حق علی الحق یکمیت وبس‘ اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ بھی اسے کلام واحد مانتے ہیں کہ اصلاً اس میں کوئی تعدد نہیں۔ "(۶۱)

یہی سلف صالحین کا مذہب ہے‘ یاد رہے کہ نفسی ولفظی کی تقسیم قرآن پاک کے کلام واحد ہونے میں مانع نہیں‘ یہ متاخرین نے معتزلہ کو خاموش کرانے کے لیے اور پست عقلوں کو سمجھانے کے لیے اختیار کی ہے جیسے تاویل متشابہات کی راہ اختیار کی ہے۔ حضرت

مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ بھی فرماتے ہیں کہ یہ تقسیم، حقیقت و مجاز والی نہیں، بلکہ حقیقی طور پر ان دونوں پر کلام "واحد" کا اطلاق ہوتا ہے۔ اور فرماتے ہیں کہ "صفات کے وہ تعلقات جو اپنے متعلقات حادثہ روشنائی اور مصحف یعنی کاغذ وغیرہ ہیں تو یہ یقینی طور پر حادث ہیں کہ مخلوق کے دائرے میں شامل ہیں۔ یہی اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ کا مسلک ہے۔

○ "قرآن سے مراد اگر مصحف یعنی کاغذ اور روشنائی ہے تو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ حادث ہے، اور ہر حادث مخلوق ہے اور جو بھی مخلوق ہے اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم افضل ہیں۔ اگر قرآن سے مراد کلام باری تعالیٰ ہے جو اس کی صفت ہے تو اس میں کوئی شبہ نہیں ان صفاته تعالٰی افضل عن جميع المخلوقات کہ صفات باری تمام مخلوقات سے افضل ہیں۔" (۶۲)

جبکہ معتزلہ وفلاسفہ اپنی کج فکری کی بناء پر ان متعلقات حادثہ کا حکم صفات کاملہ پر صادر کر کے ان کو بھی حادث کر دیتے ہیں۔ تعالى الله عما يقولون علوا كبيرا

* * *

متشابہات:

قرآن حکیم کی آیات قدسیہ کی دو قسمیں ہیں، محکمات اور متشابہات، محکمات کے معانی صاف وبے دقت ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کی پاکی، بے نیازی و بے مثلی کی آیتیں اور متشابہات کے معانی میں اشکال پایا جاتا ہے، یا تو ظاہر لفظ سے کچھ سمجھ نہیں آتا جیسے مقطعات، الم، وغیرہ یا جو سمجھ میں آتا ہے وہ اللہ تعالیٰ پر محال ہے مثلاً الرحمن على العرش استوى جو لوگ گمراہی کے رسیا

ہوتے ہیں وہ محکمات کو چھوڑ کر متشابہات کے پیچھے پڑتے ہیں قرآن نے ان کے بارے میں فرمایا ہے الذین فی قلوبھم زیغ -- ہاں علمائے راسخین اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ان کے بعض اسرار سے آشنا ہوتے ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

○ "قسم ثانی حقائق اور اسرار کے علم کا مخزن ہے' اور وجہ اور قدم' ساق اور اصابع اور انامل جو قرآن و حدیث میں آئے ہیں سب متشابہات میں سے ہیں اور ایسے حروف مقطعات جو قرآنی سورتوں سے اول میں واقع ہیں سب متشابہات میں سے ہیں جن کی تاویل پر علمائے راسخین کے سوا اور کسی کو اطلاع نہیں دی گئی۔" (۶۳)

○ "وہ شخص جو محکمات کے علم اور ان کے موافق علم کے بغیر متشابہات کی تاویل ڈھونڈے اور صورت کو چھوڑ کر حقیقت کی طرف دوڑے' جاہل ہے جس کو اپنی جہالت کی بھی خبر نہیں اور گمراہ ہے اور اس کو اپنی بھی خبر نہیں۔" (۶۴)

ان سطور میں آپ نے مجسمہ و مشبہ کا بطلان کیا کہ وہ محکمات کو چھوڑ کر متشابہات کی طرف راغب ہوتے ہیں اور جناب باری تعالیٰ کے لیے ایسے امور و احکام ثابت کرتے ہیں جو اس کے لائق نہیں مثلاً اٹھنا بیٹھنا' چڑھنا' اترنا' مکان و زمان میں محدود ہونا تعالی اللہ عن ذالک علوا کبیرا۔

اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ کے دور میں وہابیہ نے ان امور و احکام کو اللہ تعالیٰ کی ذات قدسیہ کے لیے ثابت کیا تو آپ نے شدید گرفت فرمائی'

○ "جن کے دلوں میں کجی و گمراہی تھی وہ تو ان کو اپنے ڈھب کا پا کر ان کے ذریعہ سے بے علموں کو بہکانے اور دین میں فتنے پھیلانے لگے..... اور جو لوگ علم میں پکے اور اپنے رب کے پاس سے ہدایت پر تھے وہ سمجھے کہ آیات محکمات سے قطعاً ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ مکان و جہت و جسم و اعراض ..... سے پاک

ہے۔"(٦٥)

سجدہ تعظیمی

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی سجدہ عبادت اور سجدہ تعظیمی کے لائق نہیں، سجدہ چونکہ غایت تذلل ہے اس لیے یہ بندہ صرف اپنے مولا کی بارگاہ میں ہی کر سکتا ہے۔ امام ربانی قدس سرہ کے دور میں اکبر اعظم نے اپنی رعایا کو حکم دیا کہ اسے سجدہ تعظیمی کرے، ڈاکٹر مسعود احمد صاحب لکھتے ہیں:

> "اکبر کا پندار شاہی اس حد تک پہنچ چکا تھا کہ آداب شاہی میں سجدہ تعظیمی کو فرض کر دیا گیا تھا اور اس کا نام زمین بوس رکھا تھا اور بقول ملا عبد القادر بدایونی اس بدعت کا ذمہ دار ایک صوفی شیخ تاج العارفین تھا جس نے اکبر کے لیے سجدہ تجویز کر کے اس کا نام زمین بوس رکھا اور آداب شاہی کو فرض عین کا درجہ دیا۔ اکبر کے چہرے کو کعبہ مرادات اور قبلہ حاجات کہا کرتے تھے اور بہت ہی ضعیف روایات اور ہندوستان کے بعض مشائخ کے مریدوں کے عمل کو بطور حجت پیش کرتے تھے۔"(٦٦)

جہانگیر نے بھی اس حکم کو بحال رکھا، جہاں تک کہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کو دربار میں بلا کر مجبور کیا کہ اس کے حضور سجدہ تعظیمی کرے، آپ نے اس مقام پہ اس عزیمت و استقامت کا مظاہرہ کیا کہ تاریخ حریت میں درخشندہ مثال قائم کر دی، اقبال نے کیا خوب کہا ہے۔

گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
وہ جس کے نفس گرم سے ہے گرمی احرار

یہ تو آپ کے فعل سے ثابت تھا' آپ نے اپنے ارشادات میں بھی اس فعل قبیح سے سخت منع فرمایا ہے۔ شیخ نظام تھانیسری علیہ الرحمہ کو لکھتے ہیں:

○ ''نیز معتبر آدمیوں نے بیان کیا ہے کہ آپ کے بعض خلفا کو ان کے مرید سجدہ کرتے ہیں اور زمین بوسی پر بھی کفایت نہیں کرتے' اس فعل کی برائی آفتاب سے زیادہ روشن ہے۔ ان کو منع کریں اور بڑی تاکید کریں کہ اس قسم کے فعلوں سے بچنا ہر آدمی کے لیے ضروری ہے' خاص کر اس شخص کے لیے جو خلق کا مقتدا و پیشوا ہو۔'' (٦٧)

اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ نے بھی اس فعل بد سے سخت منع فرمایا ہے:

○ ''مسلمان! اے مسلمان' اے شریعت مصطفوی کے تابع فرمان جان اور یقین سے جان کہ سجدہ حضرت عزت جل جلالہ کے سوا کسی کے لیے نہیں' اس کے غیر کو سجدہ عبادت تو یقیناً اجماعاً شرک مہین و کفر مبین اور سجدہ تحیت (تعظیمی) حرام و گناہ بالیقین اس کے کفر ہونے میں اختلاف علماء دین ایک جماعت فقہا سے تکفیر منقول اور عندالتحقیق وہ کفر صوری پر محمول ہاں مثل صنم و صلیب اور شمس و قمر کے لیے سجدے پر مطلقاً اکفار۔'' (٦٨)

ضروری گزارش:

مخالفین اہل سنت' اہل سنت کو ''پیر پرست'' کہہ کر مذاق اڑاتے ہیں حالانکہ اہل سنت کے اکابر نے کبھی بھی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے لیے سجدہ جائز قرار نہیں دیا' اس سلسلہ میں ہم نے حضرت امام ربانی سیدنا مجدد الف ثانی اور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت سیدنا احمد رضا خان بریلوی قدس سرہما کا عقیدہ آپ کے سامنے رکھ دیا ہے' یہ عقیدہ متقدمین سے

ثابت ہے اور متاخرین کے لیے حرز جان ہے' ان اکابر کے مقابلے میں کسی صوفی خام باغی شریعت اور عالم سوء کی بات ہرگز معتبر نہیں۔ ؎

نہ شبم' نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم
چوں غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم

*

تقدیس باری:

*

قرآن وصاحب قرآن نے یہی بتایا ہے کہ ذات حق سبحانہ وتعالیٰ ہر عیب ونقص سے پاک ہے۔ اس عقیدہ حسنہ پر تمام امت مسلمہ صدیوں کاربند رہی' ہاں کچھ نام نہاد مسلم مفکرین ایسے ہوئے ہیں جنہوں نے اس عقیدے کو بگاڑنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ ان میں ابن حزم ظاہری' ابن تیمیہ اور ان کو شیخ الاسلام کہنے والے قابل ذکر ہیں۔ ابن حزم ظاہری صفات باری سے متعلقہ آیات واحادیث میں سب سے زیادہ تاویلیں کرتا تھا۔ (۶۹) اس کے معاصر فقہائے کرام اس کے مخالف ہو گئے اور اس کی ضلالت وگمراہی پر سب نے اتفاق کر لیا۔ (۷۰) پھر ابن تیمیہ ساتویں صدی ہجری کے آخر اور آٹھویں صدی کے اوائل میں آیا اور ابن حزم ظاہری کی دعوت کا آغاز کیا۔ (۷۱) ابن تیمیہ ذات حق کے بارے میں تجسیم وتشبیہ کا قائل تھا۔ (۷۲) صعود ونزول کا نظریہ رکھتا تھا۔ (۷۳) نیز فوق وتحت میں مقید جانتا تھا۔ (۷۴) ابن تیمیہ کے نقوش پا کو ابن قیم اور قاضی شوکانی نے دل وجاں سے اختیار کیا بعد ازاں ابن عبدالوہاب نجدی' مولوی اسمٰعیل دہلوی اور نجد وہند کے دیگر غیر

مقلدوں اور آزاد خیالوں نے بھی وہی راہ لی۔ ایک غیر مقلد محقق احمد عبد الغفور عطار لکھتا ہے:

> "وہابی ابن تیمیہ، ابن القیم الجوزیہ اور ان کے متبعین کے رستے پر چلتے ہیں تو اس میں راہ صواب سے کچھ بعد نہیں بلکہ اصح یہی ہے کہ وہابی انہی ائمہ کے متبعین میں سے ہیں۔ اور شیخ الاسلام نے بھی انہی کے طریق کی پیروی کی ہے۔ (۷۵)

مولوی عبید اللہ سندھی نے لکھا ہے:

> "شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے ماننے والوں میں سے سرزمین نجد میں محمد بن عبد الوہاب پیدا ہوئے..... طلب علم کے سلسلہ میں محمد بن عبد الوہاب نجدی نے صرف اتنا کیا کہ شیخ ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد کی بعض کتابیں پڑھ لیں اور ان کی تقلید کی۔"(۷۶)

تاریخ گواہی دیتی ہے کہ برصغیر پاک ہند میں دیگر بلاد اسلامیہ کے جید علمائے کرام کی طرح حضرت مجدد الف ثانی اور اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہما نے تقدیس باری کے عقیدے کی حفاظت فرمائی، ان دونوں حضرات نے کھل کر بیان کیا کہ اللہ جل شانہ ان تمام عیوب و نقائص سے ماورا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

○ "او تعالیٰ از جمیع صفات نقص و سمات حدوث منزہ و مبرا است۔"(۷۷)

"یعنی اللہ تعالیٰ تمام صفات نقص اور سمات حدوث سے پاک ہے"۔

علمائے حق نے ظلم و زیادتی، کذب و جہل جیسے عیوب کو ذات باری تعالیٰ کے لیے محال ثابت کیا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ فرماتے ہیں:

○ "حق تعالیٰ خود مختار و مالک ہے اور بندے اس کے مملوک و غلام ہیں پس جو حکم و تصرف وہ ان میں فرماتا ہے عین خیر و صلاح ہے، اور ظلم و فساد کی آمیزش

سے منزہ مبرہ ہے۔ لا یسئل عما یفعل ۔

کرا زہرہ آنکہ از بیم تو
کشاید زباں جزبہ تسلیم تو
(۷۸)

کذب و جہل کے بارے میں فرماتے ہیں:

○ "وعید میں خلاف ہونا وعدہ کے خلاف کی طرح کذب کو مستلزم ہے اور یہ بات حق تعالیٰ کی بلند بارگاہ کے مناسب نہیں ہے۔ یعنی حق تعالیٰ نے ازل میں جان لیا تھا کہ کفار کو ہمیشہ کا عذاب نہ دوں گا اور پھر باوجود اس بات کے کسی مصلحت کے لیے اپنے علم کے خلاف کہہ دیا کہ ان کو ہمیشہ کا عذاب دوں گا اس امر کا تجویز کرنا نہایت برا ہے۔" (۷۹)

ایک جگہ فیصلہ کن انداز میں فرماتے ہیں:

○ "وہ شخص بڑا بدبخت ہے جو امور نامناسب کو حق تعالیٰ کی پاک بارگاہ کی طرف منسوب کرتا ہے اور ناشائستہ اشیاء کو حق سبحانہ کی طرف نسبت دیتا ہے۔" (۸۰)

اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ کے دور میں مسئلہ امکان کذب نے سر اٹھایا ہوا تھا۔ اس مسئلہ کی بنیاد بھی دیگر مسائل قبیحہ کی طرح مولوی اسماعیل دہلوی نے رکھی، وہ لکھتا ہے:

"پس لا نسلم کہ کذب مذکور محال بمعنے مسطور باشد الی قولہ الا لازم آید کہ قدرت انسانی زانداز قدرت ربانی باشد

ہم نہیں مانتے کہ اللہ تعالیٰ کا جھوٹ محال بالذات ہے ورنہ لازم آتا ہے کہ انسان کی قدرت اللہ تعالیٰ کی قدرت سے زائد ہو جائے گی۔" (۸۱)

علمائے دیوبند نے بھی اس مسئلہ میں برابر کا ساتھ دیا، مولوی رشید احمد گنگوہی لکھتا ہے:

"امکان کذب بایں معنی کہ جو کچھ حق تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے اس کے خلاف پر وہ قادر ہے مگر باختیار خود اس کو نہ کرے گا' یہ عقیدہ بندہ کا ہے۔"(۸۲)

مولوی مذکور کے شاگرد خاص مولوی محمود الحسن نے تو غضب کر دیا کہ:

"افعال قبیحہ مقدور باری تعالیٰ ہیں۔"(۸۳)

یعنی اللہ تعالیٰ ظلم و جبر' جہل و فساد' حق تلفی و ناانصافی سب افعال قبیحہ پر قادر ہے' العیاذ باللہ تعالیٰ' ایسے حالات میں علمائے حق کیسے خاموش رہ سکتے تھے' چنانچہ حضرت مولانا فضل حق خیر آبادی' حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری جیسے اکابر نے اس عقیدہ باطلہ کے پرخچے اڑا دیئے' اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ کی تو ساری حیات طیبہ ایسے گمراہ کن عقائد کے خلاف قلمی جہاد کرتے ہوئے بسر ہوئی۔ آپ نے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی طرح تجدیدی کارنامے سرانجام دے کر نجد و دیوبند کے ایوانوں میں زلزلہ برپا کر دیا۔ آپ نے مسئلہ مذکور کی تردید میں سبحان السبوح عن عیب کذب مقبوح' الهیبه الجباریه علی جهالته الاخباریه' القمع المبین لا مال المکذبین' دامان باغ سبحان السبوح جیسے رسائل لکھے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں:

○ "العظمۃ للہ' اگر کذب الٰہی ممکن ہو تو اسلام پر وہ طعن لازم آئیں کہ اٹھائے نہ اٹھیں' کافروں' ملحدوں کو اعتراض و مقال و عناد و جدال کی وہ مجالیں ملیں کہ مٹائے نہ مٹیں' دلائل قرآن عظیم و وحی حکیم یکدست ہاتھ سے جائیں حشر و نشر و حساب و کتاب' جنت و نار و ثواب و عذاب کسی پر یقین کوئی راہ نہ پائیں کہ آخر ان امور پر ایمان صرف اخبار الٰہی سے ہے جب معاذ اللہ کذب الٰہی ممکن ہو تو عقل کو ہر خبر الٰہی میں احتمال رہے گا شاید یوں ہی فرما دی ہو' شاید ٹھیک نہ پڑے سبحانہ وتعالیٰ عما یصفون۔"(۸۴)

آپ نے ان رسائل میں دلائل قطعی کے انبار لگا دیئے ہیں کہ عقل سلیم پکار پکار

اٹھتی ہے۔ ؎

رخشندہ ترے حسن سے رخسار یقیں ہے
تابندہ ترے عشق سے ایماں کی جبیں ہے

◆

تجسیم و تشبیہ

جیسا کہ عرض کیا کہ مجسمہ و مشبہ ذات جل سلطانہ کے لیے تجسیم و تشبیہ کے قائل تھے، حکیم نجم الغنی رامپوری لکھتے ہیں:

"بعض نے کہا کہ ابن تیمیہ اور ابن قیم، داؤد ظاہری اور ابن حزم اور شوکانی یہ پانچوں بڑے مجسمہ ہیں اور اس ملت کے خلفا ہیں۔" (۸۵)

ہندوستان میں مولوی اسماعیل دہلوی اور اس کے پیروکاروں کے ڈانڈے بھی مذکورہ شخصیات تک جا ملتے ہیں مثلاً مولوی اسماعیل دہلوی نے لکھا:

"حق تعالیٰ کو جہت و مکان سے منزہ سمجھنا بدعت و گمراہی ہے۔" (۸۶)

اسی طرح مولوی عبد الستار دہلوی نے لکھا کہ:

"خدا کو ہر جگہ ماننا معتزلہ و جہمیہ وغیرہ فرق ضالہ کا باطل عقیدہ ہے۔" (۸۷)

بہر حال یہ لوگ اللہ کی ذات قدسی صفات کو جہت فوق میں محصور و محدود مانتے ہیں، مولوی عبد الجبار سلفی نے لکھا ہے:

"صحیح بات تو یہ ہے کہ اللہ عزوجل بذاتہ عرش عظیم پر مستوی ہے ہر جگہ نہیں۔" (۸۸)

امام الوہابیہ وحید الزماں نے وسع کرسیہ السموت والارض کے تحت لکھا کہ:

"جب وہ کرسی پر بیٹھتا ہے تو چار انگل بھی بڑی نہیں رہتی ہے اور اس کے بوجھ سے چرچر کرتی ہے۔" (۸۹)

اور لکھا ہے کہ:

"اللہ تعالیٰ جب آسمان دنیا کی طرف نزول کرتا ہے تو عرش معلیٰ اس سے خالی رہتا ہے' یہ قول زیادہ صحیح ہے۔" (۹۰)

اللہ اکبر' یہ ہے ان لوگوں کے نظریات جو رات' دن توحید و سنت کے بلند بانگ دعوے کرتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ محکمات کے ساحل سے دور متشابہات کے بحر ناپید اکنار میں غوطے کھا رہے ہیں' کہ نکلنا مشکل ہے بقولہ تعالیٰ:

او کظلمت فی بحر لجی یغشه موج من فوقه
موج من فوقه سحاب ط ظلمت بعضها فوق بعض ط
اذا اخرج یده لم یکد یرها ط و من لم یجعل الله له
نورا فما له نور ○

(یا "ان کی مثال" بڑے گہرے دریا کے اندرونی اندھیروں کی سی ہے کہ دریا کو لہر نے ڈھانک لیا اور لہر کے اوپر لہر اس کے اوپر بادل اندھیرے ہیں ایک کے اوپر ایک کہ آدمی اپنا ہاتھ نکالے تو ایسا لگتا ہے کہ اس کو دیکھ نہ سکے اور جس کو اللہ ہی نور نہ دے اس کے لیے کوئی روشنی نہیں۔) آیئے ایسے لوگوں کے بارے میں اہل سنت کے نمائندہ اماموں کے ارشاد ملاحظہ کیجئے:

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

○ "نقص کی صفات اللہ تعالیٰ کی جناب سے مسلوب ہیں' اللہ تعالیٰ جواہر و اجسام و اعراض کے لوازمات و صفات سے پاک ہے۔ زمان و مکان و جہت کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کوئی گنجائش نہیں۔ یہ سب چیزیں اس کی مخلوق ہیں' بڑا بے خبر ہے وہ آدمی جو اللہ تعالیٰ کو عرش کے اوپر بتاتا ہے اور اس کے لیے فوق کی جہت تجویز کرتا ہے' عرش اور اس کے ساتھ تمام چیزیں حادث ہیں اور اللہ تعالیٰ کی

مخلوق، حادث اور مخلوق کی کیا مجال کہ وہ خالق قدیم کا مکان قرار پائے یا اس کی قرار گاہ بنے۔ "(۹۱)

○ "اللہ تعالیٰ جسم اور جسمانی نہیں، جوہر و عرض نہیں، محدود و متناہی نہیں، طویل و عریض نہیں، دراز و کوتاہ نہیں، فراخ و تنگ نہیں، وہ فراخی والا ہے لیکن ایسی وسعت کے ساتھ نہیں جو ہمارے فہم میں آ سکے..... ہم ایمان لاتے ہیں کہ وہ فراخی والا، احاطہ کرنے والا، قریب ہے لیکن صفات کی کیفیات کو سمجھنے سے عاجز ہیں کہ وہ کیسی ہیں اور جو کچھ ہم سمجھتے ہیں اس پر یقین کرنا مجسمہ کے مذہب میں قدم رکھنا ہے"۔ (۹۲)

اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

○ "وہ جسم نہیں، جسم والی کسی چیز کو اس سے لگاؤ نہیں، اسے مقدار عرض نہیں کہ اتنا یا اتنا کہہ سکیں، لمبا یا چوڑا، دلدار، موٹا یا پتلا یا بہت تھوڑا یا ناپ یا گنتی یا تول میں بڑا یا چھوٹا یا بھاری یا ہلکا نہیں، وہ شکل سے منزہ ہے، پھیلا یا سمٹا، گول یا لمبا، تکونا یا چوکھنا، سیدھا یا ترچھا یا اور کسی صورت کا نہیں، حد و طرف و نہایت سے پاک ہے"۔ (۹۳)

ایک مقام پر فرماتے ہیں:

○ "اہل سنت کو اللہ تعالیٰ نے صراط مستقیم عطا فرمائی ہے وہ ہمیشہ راہ وسط ہوتی ہے اس کے دونوں پہلوؤں پر افراط و تفریط کی دو ہولناک گھاٹیاں ہیں اس لیے اکثر مسائل میں اہل سنت دو فرقہ متناقض کے وسط میں رہتے ہیں، جیسے رافضی ناصبی یا خارجی مرجی، یا قدری جبری، یا باطنی ظاہری یا وہابی بدعتی یا اسماعیل و گور پرست وعلیٰ ہذا القیاس، اسی طرح یہاں بھی دو فرقہ باطلہ نکلے، معطلہ، مشبہ، معطلہ جنہیں جہمیہ بھی کہتے ہیں۔ صفات متشابہات سے یکسر منکر ہی ہو گئے..... ان کی طرف نقیض پر انتہائے تفریط میں مشبہ آئے جنہیں حشویہ مجسمہ بھی کہتے ہیں۔ ان خبیثوں نے صاف صاف مان لیا کہ اللہ تعالیٰ کے لیے مکان

ہے، جسم ہے اور جہت ہے۔ اور جب یہ سب کچھ ہے تو پھر چڑھنا، اترنا، بیٹھنا، چلنا، ٹھہرنا سب آپ ہی ثابت ہوگیا۔ یہ مردود وہی ہیں جنہیں قرآن پاک نے فی قلوبھم زیغ فرمایا اور گمراہ و فتنہ پرداز بتایا۔ وہابیہ ناپاک کو آپ جانیں کہ سب گمراہوں کے فضلہ خوار ہیں۔ مختلف بدمذہبوں سے کچھ کچھ عقائد ضلالت لے کر اپنا بھرت پورا کیا ہے۔" (۹۴)

اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ کی یہ ساری کتاب اسی موضوع پر ہے، آپ نے اس کتاب میں ایسی ایسی ضربیں لگائی ہیں کہ مجسمہ مشبہ کے پرخچے اڑتے دکھائی دیتے ہیں اور ایمان جھوم جھوم کر کہتا نظر آتا ہے۔

یہ رضا کے نیزے کی مار ہے کہ عدو کے سینے میں غار ہے
کے چارہ جوئی کا وار ہے کہ یہ وار، وار سے پار ہے

جمع در تنزیہ و تشبیہ:۔

اللہ تعالیٰ کے بارے میں تنزیہ محض کا عقیدہ درست ہے نہ تشبیہ محض کا، بلکہ تنزیہ و تشبیہ کے درمیان بلا تشبیہ کا عقیدہ درست ہے۔ مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ھو السمیع البصیر وہ سننے والا، دیکھنے والا ہے، یہاں تشبیہ محض یہ ہے کہ وہ ہماری طرح سنتا دیکھتا ہے، اس سے اس کا جسم ہونا لازم آتا ہے، ظاہر ہے یہ کفر ہے، اور تنزیہ محض یہ کہ چونکہ دیکھنے اور سننے میں اس کی ہمارے ساتھ مشابہت ہو رہی ہے اس لیے اس کا انکار کر دیا جائے کہ خدا دیکھتا سنتا ہے، تو یہ کوئی اور ہی صفات ہیں جن کو سماعت و بصارت سے تعبیر کیا گیا ہے، یہ بھی ٹھیک نہیں، اصل عقیدہ یہ ہے کہ حقیقت میں سمیع و بصیر خدا کی ذات قدسیہ ہے۔ بندوں پر ان صفات کا اطلاق صورتاً ہو رہا ہے گویا یہ مشابہت اسمی ہے، حقیقی نہیں، اس کا نام تنزیہ مع تشبیہ یا جمع در تنزیہ و تشبیہ ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

○ "اور تشبیہ و تنزیہ کے درمیان جمع ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ادراک بسیط کا متعلق (یعنی ادراک بسیط جس سے تعلق رکھتا ہے) جو کہ تنزیہ ہی ہے، صفات الٰہی کے پردہ میں نزول کرنے کے بعد تشبیہ بن کر علم میں آتا ہے۔ اور وہ ادراک مرکب کا متعلق بن جاتا ہے (یعنی ادراک مرکب اس سے متعلق ہو جاتا ہے) پس مقام تکمیل ہمیں جمع بین التشبیہ والتنزیہ باشد زیرا کہ صاحب تنزیہ فقط قادر نیست احضار ذات مدرکہ چہ علم ذات نمی باشد مگر در پردہ صفات الہیہ کہ عین ثابتہ مشتمل بر آں است، لہٰذا تکمیل کا مقام یہی جمع در تشبیہ و تنزیہ کا مقام ہے کہ صرف تنزیہ والا شخص اس بات پر قادر نہیں ہے کہ وہ اپنی قوت مدرکہ میں ذات کو حاضر کر سکے کیونکہ ذات کا علم ان صفات الٰہی کے پردہ کے بغیر جن پر عین ثابتہ مشتمل ہے، ہو ہی نہیں سکتا۔ اور عین ثابتہ کا انکشاف اس پر ہوا ہی نہیں لہٰذا وہ شخص جسے مطلوب کا علم ہی نہیں وہ دوسروں کو کس طرح اس کی اطلاع دے سکتا ہے۔ اور مطلوب حقیقی کو صفات کونیہ کے پردے میں نہیں جان سکتے۔ کہ صفات کونیہ میں طاقت نہیں کہ وہ اس کا آئینہ بن سکیں۔ لاحمل عطایا الملک الامطایاہ۔" (۹۵)

اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

○ "اصل صحیح عقیدہ یہ ہے کہ لیس کمثلہ شئی اس کی مثل کوئی شے نہیں، یہ تنزیہ ہوئی اور ھو السمیع البصیر یہ تشبیہ ہوئی مگر جب سننے، دیکھنے کو بیان کیا کہ اس کا دیکھنا آنکھ کا، سننا کان کا محتاج نہیں، وہ بے آلات کے سنتا دیکھتا ہے، یہ نفی تشبیہ ہوئی کہ بندوں سے جو وہ مشابہت ہوتا اس کو مٹایا تو ماحصل وہی نکلا تنزیہ مع تشبیہ بلا تشبیہ۔" (۹۶)

اللہ عالم الغیب ہے:

مولانا حسن کشمیری علیہ الرحمہ نے خط لکھا کہ شیخ عبدالکبیر نے اللہ تعالیٰ کے علم غیب کا انکار کیا ہے، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے غیرت ایمانی کا ثبوت دیتے ہوئے جواب دیا:

> ○ "آپ نے لکھا تھا کہ شیخ عبدالکبیر یمنی نے کہا ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ عالم الغیب نہیں ہے، میرے مخدوم! فقیر ایسی باتوں کے سننے کی قطعاً تاب نہیں رکھتا اور بے اختیار میری رگ فاروقی حرکت میں آجاتی ہے، اور تاویل و توجیہہ کی فرصت بھی نہیں دیتی، ایسی باتوں کا قائل شیخ کبیر یمنی ہو یا شیخ اکبر شامی، یہاں محمد عربی علیہ وعلیٰ الہ الصلوہ والسلام کا کلام درکار ہے، نہ کہ محی الدین عربی، صدر الدین قونوی اور عبدالرزاق کاشی کا، ہمیں نص سے کام ہے نہ کہ فص سے، فتوحات مدینہ نے ہمیں، فتوحات مکیہ سے بے نیاز کر دیا ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں خود علم غیب کے ساتھ اپنی تعریف فرمائی ہے اور اپنے لیے عالم الغیب فرمایا ہے، حق سبحانہ سے علم غیب کی نفی کرنا بہت ہی بری بات ہے، بلکہ حقیقت میں حق سبحانہ کی تکذیب ہے، غیب کا کوئی اور معنی بتانا بھی اس برائی سے نہیں بچاتا۔ کبرت کلمہ تخرج من افواھھم کاش میں جانتا کہ انہیں شریعت مطہرہ کے اس درجہ صریح کے خلاف بات کہنے پر کیا چیز ابھار رہی ہے۔"(۹۷)

اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ کے دور میں ایک پادری نے یہ شوشہ چھوڑا کہ ماں کے پیٹ کا علم کوئی نہیں جانتا، وہ کم بخت اس عموم میں اللہ تعالیٰ کو بھی شامل کر رہا تھا، آپ نے اس کی خرافات وہفوات کے جواب میں الصمصام علی مشکک فی ایہ

علوم الارحام نام کا رسالہ لکھا، اس رسالے میں آپ کی غیرت ایمانی کا جلوہ بھی دیدنی ہے۔ آخر میں فرماتے ہیں:

○ "اللہ اللہ یہ قوم، یہ قوم سراسر لوم، یہ لوگ یہ لوگ جنہیں عقل سے لاگ، جنہیں جنوں کا روگ یہ اس قابل ہوئے کہ خدا پر اعتراض کریں اور مسلمان ان کی لغویات پر کان دھریں انا للہ وانا الیہ راجعون ولا حول ولاقوہ الاباللہ العلی العظیم یہ پہلے اپنی ساختہ بائبل تو سنبھالیں قاہر اعتراض، باہر ایراد اس پر سے اٹھالیں، انگریزی میں ایک مثل ہے کہ شیش محل کے رہنے والو، پتھر پھینکنے کی ابتداء نہ کرو، یعنی رب جبار قہار کے محکم قلعوں کو تمہاری کنکریوں سے کیا ضرر پہنچ سکتا ہے مگر ادھر سے ایک پتھر بھی آیا تو حجارہ من سجیل کا سماں کعصف ماکول کا مزہ چکھادے گا۔" (۹۸)

اللہ تعالیٰ کے علم بے پایاں کے بارے میں عقیدہ فرماتے ہیں:

○ "جمیع معلومات الٰہیہ کو پوری تفصیل کے ساتھ کسی مخلوق کا محیط ہو جانا عقلاً شرعاً دونوں طرح محال ہے، بلکہ تمام اولین و آخرین سب کے علوم جمع کر دیئے جائیں تو ان کے مجموعے کو علوم الٰہیہ سے اصلاً کوئی نسبت نہ ہوگی، یہاں تک کہ وہ نسبت بھی نہیں ہو سکتی جو ایک بوند کے دس لاکھ حصوں میں سے ایک حصہ کو دس لاکھ سمندروں سے، اس واسطے کہ بوند کا یہ حصہ بھی محدود ہے اور دریائے زخار بھی متناہی ہیں اور متناہی کو متناہی سے ضرور کوئی نسبت ہوتی ہے، اس لیے کہ ہم بوند کے اس حصے کے برابر یکے بعد دیگرے ان سمندروں میں سے پانی لیتے جائیں تو ضرور ان سمندروں پر ایک دن وہ آئے گا کہ ختم وفنا ہو جائیں گے کہ آخر متناہی ہیں لیکن غیر متناہی میں سے کتنے ہی بڑے متناہی حصے کی مثال لیتے چلے جاؤ تو حاصل ہمیشہ متناہی ہوگا اور اس میں ہمیشہ غیر متناہی باقی رہے گا تو کبھی کوئی نسبت حاصل نہیں ہو سکتی یہ ہے ہمارا ایمان اللہ عزوجل پر۔" (۹۹)

رویت باری:

"یعنی آخرت میں اہل ایمان اپنے پروردگار کے جلوؤں سے ضرور مستفید ہوں گے' یہ اہل سنت کا عقیدہ تھا جس کا اکبر اور اس کے حواریوں نے خوب تمسخر اڑایا۔"(۱۰۰)

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ فرماتے ہیں:

○ "آخرت میں ایمان والوں کو اللہ عزوجل کا دیدار ہونا حق ہے' یہ وہ مسئلہ ہے کہ اہل سنت جماعت کے علاوہ مسلمانوں کے باقی فرقے اور حکمائے فلاسفہ میں سے کوئی بھی اس کے جواز کا قائل نہیں' اس کے انکار کی وجہ غائب کو حاضر پر قیاس کر لینا ہے جو بہرحال غلط فاسد ہے۔"(۱۰۱)

○ "اہل ایمان کا اللہ تعالیٰ کو بے جہت' بے مقابلہ' بے کیف اور بے احاطہ دیکھنا برحق ہے' ہم آخرت کی رویت پر ایمان لاتے ہیں اور اس کی کیفیت میں مشغول نہیں ہوتے' اس لیے کہ اس کی ذات بے چون ہے اور ارباب چون پر اس دنیا میں اس کی حقیقت ظاہر نہیں ہو سکتی اور ایمان کے بغیر کسی کو ذات باری تعالیٰ کا دیکھنا نصیب نہ ہو گا۔ افسوس ہے فلاسفہ' معتزلہ اور دوسرے تمام بدعتی فرقوں پر کہ وہ اپنی محرومی اور اندھے پن سے اخروی رویت کا انکار کرتے ہیں۔"(۱۰۲)

"مومن اللہ تعالیٰ کو بہشت میں بے چون و بے چگوں دیکھیں گے' کیونکہ جو رویت بے چون سے متعلق ہے وہ خود بھی بے چون ہو گی بلکہ دیکھنے والا بھی بے چون سے وافر حصہ پائے گا تاکہ بے چون کو دیکھ سکے' بادشاہ کے عطیات کو اسی کی سواریاں اٹھا سکتی ہیں' آج اس معمہ کو اپنے اخص اولیا پر حل کر دیا اور ان پر

منکشف فرما دیا ہے، یہ دقیق مسئلہ ان بزرگوں کے نزدیک تحقیقی ہے اور دوسروں کے لیے تقلیدی، اہل سنت و جماعت کے علاوہ دیگر فرق و مذاہب سے خواہ مومن ہوں یا کافر کوئی بھی اس مسئلہ کا قائل نہیں ۔

لائق دولت نہ بود ہر سرے
بار مسیحا نہ کشد ہر خرے

(۱۰۳)

اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ سے سوال کیا گیا کہ روافض و معتزلہ رویت الٰہی کے منکر ہیں، ایک شخص نے کہا وہ سچ کہتے ہیں انہیں تو نہیں ہوگی، یہ کہنا کیسا ہے، آپ نے جواب دیا:

○ "مولیٰ عزوجل فرماتا انا عند الظن عبدی بی روافض و معتزلہ کہ رویت الٰہی سے مایوس ہیں مایوس ہی رہیں گے، وہابیہ کہ شفاعت کے منکر ہیں، محروم ہی رہیں گے تو ان کا انکار ان کے اعتبار سے صحیح ہوا، ظاہراً قائل کی یہی مراد تھی کہ ان کی نفی ان کے حق میں سچی ہے، اس میں کوئی حرج نہیں، ہاں جو اس کے قول کی تصدیق بمعنی نفی مطلق کرے وہ ضرور گمراہ اور خارج از اہل سنت ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔" (۱۰۴)

اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ آخرت میں رویت باری جائز ہے اور جو اس سے انکار کرے وہ اہل سنت سے نہیں۔ ملفوظات جلد اول، ص ۵۸ پہ فرماتے ہیں:

○ "اہل سنت کا ایمان ہے کہ قیامت و جنت میں مسلمانوں کو دیدار الٰہی بے کیف و بے جہت و بے محاذات ہوگا قال اللہ تعالی وجوہ یومئذ ناضرہ الی ربہا ناظرہ کچھ منہ ترو تازہ ہوں گے اپنے رب کو دیکھتے ------ یہ کہ رویت کیونکر، یہ کیف سے سوال ہے اور وہ اس رویت کیف سے پاک ہے پھر کیونکر کو کیا دخل۔"

کچھ رام کرشن کے بارے میں:

اس حقیقت سے کوئی مورخ انکار نہیں کر سکتا کہ عہد اکبری میں غیر مسلم افراد کا اثر و نفوذ بہت غیر معمولی تھا، کہیں عیسائی پادری بادشاہ کو اپنی طرف مائل کر رہے تھے تو کہیں ولایت گجرات کے شہر نوساری کے آتش پرست اس کا دامن کھینچ رہے تھے، ہندوؤں کی تو چاندی تھی، بادشاہ ان کے مشاہیر کے احترام کی صورتیں سنتا اور انہیں قبول کرلیتا۔ (۱۰۵) یوں تو عہد مغلیہ میں ان کا زور بڑھ گیا تھا اور وہ امور مملکت میں بے حد دخیل ہو گئے تھے مگر اکبر کے زمانے میں یہ کیفیت بہت زیادہ ہو گئی۔ (۱۰۶) بھگتی تحریک بھی پورے جوبن پر تھی جو مسلمانوں کو توحید و رسالت کے سرمدی عقیدوں سے دور کر رہی تھی، اس دوران ایک ہندو ہردے رام نے حضرت امام ربانی قدس سرہ کو خط لکھا جس میں اس نے رام و رحمٰن کو ایک ہی ذات کہنے کی جسارت کی، ظاہر ہے آپ اس باطل نظریے کو پنپتا کیسے دیکھ سکتے تھے، آپ نے فرمایا:

> "رام و کرشن جو ہندوؤں کے معبود ہیں اس کی کمینہ مخلوقات میں سے ہیں اور ماں باپ سے پیدا ہوئے ہیں، رام جسرتھ کا بیٹا اور لچھمن کا بھائی، سیتا کا خاوند ہے۔ جب رام اپنی بیوی کو نگاہ نہ رکھ سکا تو وہ پھر دوسرے کی کیا مدد کر سکتا ہے، عقل دور اندیش سے کام لینا چاہیے اور ان کی تقلید پر نہ چلنا چاہیے۔ بڑی عار کی بات ہے کہ کوئی تمام جہانوں کے پروردگار کو رام یا کرشن کے نام سے یاد کرے، اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی عظیم الشان بادشاہ کو کمینہ خاکروب کے نام سے یاد کرے، رام اور رحمٰن کو ایک جاننا بڑی بے وقوفی ہے، خالق، مخلوق کے ساتھ ایک نہیں ہوتا اور چون بیچون کے ساتھ متحد نہیں ہوتا۔ رام و کرشن کے پیدا ہونے سے پہلے پروردگار عالم کو رام و کرشن کوئی نہیں کہتا تھا ان کے پیدا

> ہونے کے بعد کیا ہو گیا کہ رام و کرشن کے نام کو حق تعالیٰ پر اطلاق کرتے ہیں اور رام و کرشن کی یاد کو پروردگار کی یاد جانتے ہیں، ہرگز ہرگز ایسا نہیں، ہمارے پیغمبر جو ایک لاکھ چوبیس ہزار کے قریب گزرے سب نے خلقت کو خالق کی عبادت کرنے کی ترغیب دی، اور غیر کی عبادت سے منع کیا اور اپنے آپ کو بندہ و عاجز جان کر اس کی ہیبت و عظمت سے ڈرتے اور کانپتے رہے اور ہندوؤں کے معبودوں نے خلقت کو اپنی عبادت کی ترغیب دی۔"(۱۰۷)

- اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ کے دور میں بھی علمائے سو نے "ہندو مسلم بھائی بھائی" کا نعرہ لگایا اور ایک دوسرے کے ساتھ موالات و تعلقات بڑھائے، آپ نے مجدد الف ثانی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اس رجحان و میلان کی خوب حوصلہ شکنی فرمائی۔ جس کا تفصیلی جائزہ ہم دو قومی نظریہ کے عنوان کے تحت لیں گے، سردست ایک حوالہ حاضر خدمت ہے، کسی نے پوچھا کہ ہندوؤں کے رام لیلا وغیرہ دیکھنے جانا کیسا ہے، آپ نے فرمایا:

> "یا ایہا الذین امنوا ادخلوا فی السلم کافہ ------ اے ایمان والو مسلمان ہوئے ہو تو پورے مسلمان ہو جاؤ، شیطان کی پیروی نہ کرو، وہ تمہارا ظاہر دشمن ہے، حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے استدعا کی کہ اگر اجازت ہو تو نماز میں کچھ آیتیں توریت شریف کی بھی ہم لوگ پڑھ لیا کریں، اس پر یہ آیہ کریمہ ارشاد فرمائی توریت شریف پڑھنے کے واسطے تو یہ حکم ہوا، رام لیلا کے واسطے کیا کچھ حکم نہ ہو گا۔"(۱۰۸)

گویا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ مسلمانوں کو ہندی تہذیب کے اثرات سے بچانے کے لیے کوشاں رہے، اس ضمن میں آپ نے بہترین رسالہ المحجۃ الموتمنہ تحریر فرمایا، اس میں کفار و مشرکین کے ساتھ موالات و تعلقات کا شرعی احکام کی روشنی میں جائزہ لیا۔

* * *

کتابیات

۱- مکتوب ۸۹ دفتر سوم از حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ

۲- مکتوب ا دفتر دوم (ملخصا)

۳- حضرت مجدد اور ان کے ناقدین باب شیخ اکبر ص ۶۸ مطبوعہ دہلی از حضرت زید فاروقی علیہ الرحمہ

۴- مرآہ الجنان جلد ۴ ص ۱۰۱ از امام عبداللہ یافعی مطبوعہ حیدر آباد دکن

۵- مکتوب ۷۹ دفتر سوم

۶- سیرت مجدد الف ثانی ص ۱۰۰ (بحوالہ اے ہسٹری آف انڈیا از پاول پرائس ص ۲۶۸) مطبوعہ کراچی

۷- ایضا ص ۱۴۵

۸- مکتوب ۴۴ دفتر دوم

۹- ایضا

۱۰- مکتوب ۴۲ دفتر دوم

۱۱- شرح رباعیات خواجہ باقی باللہ ص ۸۰ مطبوعہ ادارہ مجددیہ کراچی

۱۲- مقامات مظہری، مقدمہ ص ۱۲۶ مطبوعہ سائنس اکیڈمی لاہور

۱۳- حضرت شاہ فخرالدین دہلوی علیہ الرحمہ وحدت وجود کو موضوع سخن بنانے کی شدید مخالفت فرماتے تھے‘ دیکھئے ’مناقب فخریہ ص ۱۲۲ از نظام الملک‘ اعلائے کلمۃ الحق میں حضرت پیر مہر علی شاہ علیہ الرحمہ بھی اس ضروریات دین سے نہیں سمجھتے کہ اس کی نشرو اشاعت ضروری ہو۔

۱۴- ”مرزا محمد رفیع سودا“ از خلیق انجم ص ۴۷ بحوالہ مقدمہ مقامات مظہری ص ۱۲۸

۱۵- اعتقاد الاحباب فی الجمیل والمصطفٰے والآل والاصحاب ص ۱۳ مطبوعہ حیدر آباد (پاکستان)

۱۶- امام احمد رضا اور تصوف از مولانا احمد حسن اعظمی ص ۱۶

۱۷- سیرت مجدد الف ثانی از ڈاکٹر مسعود احمد صاحب ص ۱۴۹

۱۸- (فیصلہ وحدت الوجود و وحدت الشہود از شاہ ولی اللہ ص ۲۹، اور تائیدی کتاب دفع الباطل از شاہ رفیع الدین علیہما الرحمہ

۱۹- کلمۃ الحق از مولانا غلام یحییٰ ص ۲۴ و مقامات مظہری از حضرت غلام علی شاہ صاحب علیہ الرحمہ وغیرہ

۲۰- قرآن اور تصوف ص ۱۲۷ از ڈاکٹر ولی الدین مطبوعہ کراچی

۲۱- مکتوب ۸۹ دفتر سوم

۲۲- ایضاً

۲۳- فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص ۱۳۳، ص ۱۳۴ مطبوعہ مبارک پور

۲۴- پارہ ۲ رکوع ۶

۲۵- پارہ ۲۷ رکوع ۱۶

۲۶- پارہ ۵ رکوع ۱۵

۲۷- پارہ ۱۷ رکوع ۹

۲۸- مکتوب ۲۶۶ جلد اول بیان عقائد

۲۹- قوارع القہار ص ۳

۳۰- ایضاً ص ۲۳

۳۱- ایضاً ص ۵۵

۳۲- ایضاً ص ۵۷

۳۳- ایضاً ص ۳۱

۳۴- فرماتے ہیں "حق تعالیٰ کا احاطہ اور قرب علمی ہے جیسے کہ اہل حق کے نزدیک ثابت ہے" (مکتوب ۳۱ جلد ۱)

۳۵- ایضاً ص ۲۶

۳۶- قرآن اور تصوف ص ۶۳

۳۷- مکتوب ۳۱ جلد اول

۳۸- پاکستان میں فارسی ادب از ظہور الدین احمد ص ۳۴۴ جلد ۲

۳۹- اعتقاد الاحباب ص ۱۱

۴۰- ایضاً ص ۸

۴۱- مذاہب الاسلام از نجم الغنی رامپوری ص ۵۱‘ ص ۹۰ (اتفاق ماتریدیہ واشاعرہ)

۴۲- مکتوب ۲۳۴ جلد اول

۴۳- مکتوب ۲۶۶ جلد اول

۴۴- مکتوب ۲۷۲ جلد اول

۴۵- المعتمد المستند بناء نجاۃ الابد مطبوعہ استبول ص ۴۹

۴۶- امام احمد رضا اور تصوف ص ۲۰

۴۷- صلات الصفا ص ۳۷ مطبوعہ جامعہ نظامیہ لاہور (مجموعہ رسائل نور)

۴۸- بہار شریعت جلد اول ص ۴ باب عقائد مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور

۴۹- ایضاً مقدمہ ص ۷

۵۰- عہد مغلیہ مع دستاویزات ص ۳۵۲

۵۱- منتخب التواریخ ص ۳۰۷

۵۲- معارف لدنیہ ص ۱۷ مطبوعہ کراچی۔

۵۳- مکتوب ۶۷ جلد دوم

۵۴- مکتوب ۲۶۶ جلد اول

۵۵- مکتوب ۶۷ جلد دوم

۵۶- تیسر الباری شرح صحیح البخاری جلد ۴ ص ۷۴ از وحید الزماں نواب

۵۷- ہدیۃ لمہدی جلد اول ص ۱۰

۵۸- اعتقاد الاحباب ص ۷ (ملخصاً)

۵۹- فتاویٰ حدیثیہ ص ۱۰۰ مطبوعہ مصر
۶۰- الکشف شافیا حکم فونوجرافیا ص ۲۶ (ملخصا) (بحوالہ امام احمد رضا اور تصوف)
۶۱- المعتمد المستند ص ۳۶
۶۲- جد الممتار حاشیہ بر رد المختار جلد اول ص ۲۳
۶۳- مکتوب ۲۷۶ جلد اول
۶۴- ایضاً
۶۵- قوارع القہار ص ۵
۶۶- سیرت مجدد الف ثانی ص ۱۱۰
۶۷- مکتوب ۳۹ جلد اول
۶۸- الزبدہ الزکیہ لتحریم سجود التحیۃ مرتبہ مولانا صدیق ہزاروی ص ۲۳ مطبوعہ لاہور
۶۹- البدایہ والنہایہ جلد ۱۲ ص ۹۲ لابن کثیر
۷۰- لسان المیزان جلد ۴ ص ۲۰۰ مطبوعہ حیدر آباد دکن
۷۱- حیات ابن حزم ص ۳۱۳ از ابو زہرہ مصری
۷۲- فتاویٰ حدیثیہ لابن حجر مکی مطبوعہ مصر ص ۱۰۰
۷۳- غیث الغمام بر حاشیہ امام الکلام مطبوعہ لکھنؤ ص ۵۷ از علامہ عبد الحی لکھنوی
۷۴- التوسل بالنبی وجہلۃ الوہابین لابن مرزوق مطبوعہ استنبول ص ۱۱
۷۵- محمد بن عبد الوہاب ص ۱۷۴ مطبوعہ ادارہ العلوم الاثریہ فیصل آباد
۷۶- شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک ص ۲۳۰
۷۷- مکتوب ۲۶۶ جلد اول مطبوعہ کراچی
۷۸- مکتوب ۲۶۶ جلد اول
۷۹- ایضا
۸۰- ایضاً
۸۱- رسالہ یکروزہ فارسی مطبوعہ ملتان ص ۱۷

۸۲- فتاویٰ رشیدیہ جلد اول مطبوعہ دہلی

۸۳- الجہد المقل ص ۸۳ جلد اول

۸۴- سبحان السبوح مطبوعہ لاہور ص ۱۷

۸۵- مذاہب الاسلام ص ۵۵۴ بحوالہ نظم الفرائد شرح عقائد

۸۶- ایضاح الحق ص ۲۴ مطبوعہ دہلی

۸۷- فتاویٰ ستاریہ جلد اول ص ۸۴

۸۸- استویٰ علی العرش ص ۳۷

۸۹- ترجمۃ القرآن از وحید الزماں نواب

۹۰- ہدیۃ المہدی جلد ۱ ص ۱۰

۹۱- مکتوب ۳ دفتر سوم

۹۲- مکتوب ۶۷ دفتر دوم

۹۳- قوارع القہار ص ۲

۹۴- ایضاً ص ۱۶

۹۵- معارف لدنیہ معرفۃ ۷ ص ۱۵

۹۶- ملفوظات جلد چہارم ص ۶۷ ملخصاً بحوالہ امام احمد رضا اور تصوف ص ۱۰۳

۹۷- مکتوب ۱۰۰ دفتر اول

۹۸- الصمصام ص ۱۹ مطبوعہ کراچی

۹۹- الدولۃ المکیہ ص ۱۹۷ مطبوعہ کراچی

۱۰۰- منتخب التواریخ ص ۳۱۲

۱۰۱- مبداو معاد، ص ۷۱

۱۰۲- مکتوب ۶۷ دفتر دوم

۱۰۳- مکتوب ۱۷ دفتر سوم

۱۰۴- احکام شریعت ص ۳۲۲

۱۰۵۔ منتخب التواریخ ص ۲۸۵

۱۰۶۔ ہندوستان کے سلاطین ص ۶۱

۱۰۷۔ مکتوب ۱۶۷ دفتر اول

۱۰۸۔ ملفوظات جلد چہارم ص ۳۵۹ مطبوعہ لاہور

باب ۳

مقام نبوت

یہ ہر مسلمان کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو زیور ہدایت سے آراستہ کرنے کے لیے اپنے برگزیدہ رسولوں اور جلیل القدر نبیوں کو مبعوث فرمایا، سب سے آخر میں اپنے محبوب مکرم، شفیع معظم، نور مجسم حضور احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام کائنات کی راہنمائی کے لیے ختم نبوت کا تاج پہنا کر بھیجا، حضور تمام انبیاء و رسل کے جملہ کمالات و اوصاف کے جامع بن کر آئے، بلکہ بارگاہ عزت جل شانہ کے خصوصی انعامات و اکرامات سے بہرہ یاب ہوئے۔

حسن یوسف، دم عیسیٰ، ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

تاریخ بتاتی ہے کہ حضور خاتم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری میں کچھ بد طینت افراد نے نبوت کا دعویٰ کیا اور دین اسلام کے خلاف اپنا نیا محاذ کھولنے کی مذموم کوشش کی، صحابہ کرامؓ نے ان فتنہ گروں کو ان کی ضلالت و سفاہت سمیت نیست و نابود کر دیا۔ بعد ازاں مختلف ادوار میں انہیں کی طرح کے مکر و دجل کے پتلے آفتاب رسالت، ماہتاب نبوت کے مقابلے میں اٹھتے رہے، مگر **وللاخرۃ خیر لک من الاولی** کی شان و منزلت کو کوئی نہ گھٹا سکا۔

فانوس بن کے جس کی حفاظت ہوا کرے
وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

دسویں صدی کے اواخر اور گیارہویں صدی کے اوائل (۹۶۳ھ تا ۱۰۱۴ھ) میں برصغیر پاک و ہند کے طول و عرض پر اکبر اعظم پورے دنیوی جاہ و جلال کے ساتھ حکمرانی کر رہا تھا۔ پہلے پہل تو اس نے بڑے اچھے دن گزارے، علما و اولیاء کی بارگاہ

میں حاضری دیتا، نہایت ادب و احترام سے درس قرآن و حدیث سنتا، گوشہ تنہائی میں بیٹھ کر ذکر و فکر میں مشغول ہوتا، پانچوں وقت نماز باجماعت کا اہتمام کرتا، فیض سحرگاہی سے لطف اندوز ہوتا، لیکن بعد میں اس کی کایا پلٹ گئی، دراصل وہ ان پڑھ تھا، صوفیہ خام، علمائے سو اور غیرمذہبی عناصر نے مل کر اسے دین ہدایت سے دور کر دیا۔ اس کی گمراہی یہاں تک پہنچ گئی کہ اس نے نبوت محمدیہ اور رسالت مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوۃ و السلام کا انکار کر دیا۔ معاصر تاریخ نگار لکھتے ہیں۔

جب بادشاہ نے بزعم خود خیال کیا، پیغمبر اسلام علیہ اصلام کی بعثت کو ہزار سال گزر گئے ہیں جو بقائے اسلام کی مدت تھی، تو یہ دین ختم ہوگیا ہے اور اس کے سامنے اب اپنے دل میں پوشیدہ ارادے کو ظاہر کرنے میں کوئی رکاوٹ نہ رہی، کیونکہ علماء و مشائخ سے بساط علم خالی ہو چکی تھی جن کا اثر و رسوخ قائم تھا۔ اب بادشاہ خوب کھل کر کھیلا، اسلامی احکام کو جھٹلانے لگا اور بیہودہ قانون نافذ کرنے لگا کہ عقائد و نظریات کے فساد کا بازار گرم ہوگیا۔ (۱)

بالاخر اس نے علمائے سو اور صوفیہ خام اور غیرمذہبی عناصر کی وجہ سے ایک نیا دین گھڑ لیا، جس کا نام "دین الٰہی" رکھا اور کلمہ توحید و رسالت کی بجائے اس کلمہ کو فروغ دیا۔ **لا الٰہ الا اللہ، اکبر خلیفتہ اللہ** (۲) یہ "دین الٰہی" کیا تھا۔ مختلف جاہلانہ اور بے سروپا رسومات کا معجون مرکب تھا، جس کا ہر پہلو اسلام و بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی روشن تعلیمات کے خلاف تھا۔ حضور کا تو خاص دشمن تھا، یہاں تک کہ

> "نام محمد و احمد و مصطفیٰ و امثال آں بہ جہالت کافران بیرونی و زنان اندرونی گراں می آمد تا بمرور ایام اسامی چند را از مقربان کہ بایں نام مسمی بودند تغیر دادہ مثلاً یار محمد و محمد خان را رحمت می خواند ندوی نوشتند (۳)

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک پر رکھے ہوئے نام تک تبدیل کرا دیئے، نوبت یہاں تک آگئی کہ

> "کفار کھل کر اسلام پر اعتراضات اور مسلمانوں کی مذمت کرتے پھر

رہے ہیں' اور بے دھڑک احکام کفر کا اجراء اور کوچہ و بازار میں کفار کی مدح و ثناء کرتے پھر رہے ہیں۔ مسلمانوں کو اسلامی احکام جاری کرنے سے روک دیا گیا ہے اور احکام شرع بجا لانے پر ان کی مذمت کی جاتی ہے اور ان پر طعن و تشنیع کی بوچھاڑ ہوتی ہے گویا۔

پری نہفتہ رخ و دیو در کرشمہ و ناز
بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است (۴)

بادشاہ اور اس کے حواری گمراہی کی دلدل میں پھنس چکے تھے کہ ہر لمحہ ان کو اتھاہ گہرائیوں کی طرف کھینچ رہا تھا' اب اس نے دعوئٰ نبوت بھی کر دیا' چنانچہ دربار اکبری کے ایک شاعر نے کہا ۔

شاہ ما امسال دعوئٰ نبوت میکند
سال دیگر گر خدا خواہد' خدا خواہد شدن (۵)

واقعی ایسا ہی ہوا' کچھ مدت بعد خدائی دعوئٰ کیا' چنانچہ اس بے دین بادشاہ کی مہر کی یہ عبارت تھی۔ "جل جلالہ اکبر است" دوسری مہر کی یہ عبارت تھی "ما اکبر شانہ تعالیٰ" اور تخت پر بیٹھ کر لوگوں سے اپنے آپ کو سجدہ کرواتا۔ (۶)

ان حالات پر آشوب میں اللہ تعالیٰ نے پاسبان ملت اسلامیہ' پاسدار امت محمدیہ' پروردہ فیضان نبوت حضرت سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہ کو یہ ہمت و توفیق بخشی کہ آپ نے کفر و الحاد کے طوفان میں حق و صداقت کا چراغ روشن کیا۔ بقول اقبال ۔

وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہبان
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

آپ نے اپنے آقا و مولا حضور فخر دو عالم' نبی آخر و اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت اور آپ کے دین مبین کا ڈھنکا بجایا۔ اس سلسلہ میں آپ نے اکبر اعظم کے حواریوں سے مناظرے کیے اور علمی و تحقیقی مضمون بھی لکھے۔ ذیل میں

ابوالفضل کے ساتھ ایک گفتگو درج ہے۔

> ”ابوالفضل نے کہا، ممکن ہے کہ فرشتہ نزول کرے، لیکن یہ کیونکر معلوم ہوا کہ ایک مقررہ شخص پر اترتا ہے، اور اشارہ حضرت خاتم النبین صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کیا۔ آنجناب رضی اللہ عنہ نے فرمایا، تمہیں کیونکر معلوم ہوا کہ ابونصر فاریابی اور ابن سینا حکیم تھے۔ کہا کتابیں اور ان کے علوم ان کی حکمت پر دلالت کرتے ہیں۔ آنجناب رضی اللہ عنہ نے فرمایا، پس اسی طرح قرآن اور حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبی تھے اور فرشتہ ان پر اترتا تھا۔ یہ سن کر ابوالفضل خاموش ہوگیا۔ (۷)

اکبر اعظم کے اس طرح کے حواریوں نے مقام نبوت پر اعتراضات ۹۸۷ھ سے ہی شروع کر دیئے تھے۔ (۸)

گویا وہ میدان صاف کر رہے تھے کہ موقع ملتے ہی اکبر اعظم کو ملحد اعظم بنا دیا جائے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اکبر دینی بے غیرتی کا شکار ہوگیا۔ بقول صاحب بستان مذاہب، اکبر کے دربار میں ایک سرپھرا اور منچلا فلسفی بھی آنکلا جس نے منطقیانہ اور فلسفیانہ طرز پر یہ ثابت کیا کہ نبی کو ہرگز یہ حق حاصل نہیں کہ وہ نوع انسانی سے اطاعت کاملہ کا طلب گار ہو۔ اسی تصور کے تحت اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی یا وہ گوئی سے کام لیا اور مذہب اسلام کے متعلق تو یہاں تک کہہ دیا کہ یہ مذہب نہ عقلمندوں کے لیے مفید ہے اور نہ احمقوں کے لیے (معاذ اللہ) یہ لایعنی گفتگو اکبر ٹھنڈے دل سے سنتا رہا اور اس کی پیشانی پر ذرا بل نہ آیا۔ (۹)

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمتہ بھی شروع سے بیدار تھے۔ آپ نے تحصیل علم سے فارغ ہو کر ۹۸۹ھ میں ”اثبات نبوت“ کے نام سے زبردست رسالہ تحریر فرمایا، جس میں آپ نے معنی نبوت احقاق معجزہ، حقیقت بعثت اور ختم نبوت کے اثبات میں دلائل قاطعہ اور حجج ساطعہ کی روشنی میں گفتگو فرمائی ہے، اس وقت آپ

کی عمر اٹھارہ سال تھی۔ اس رسالے کو تحریر کرنے کا مقصد بتاتے ہیں۔

”جب میں نے اس زمانے میں لوگوں کے اعتقاد میں اصل نبوت کے متعلق فتور دیکھا اور لوگوں میں اس کا شائع ہونا متحقق ہوگیا' یہاں تک کہ شرائع کی پیروی اور رسولوں پر یقین ہونے کی وجہ سے ہمارے زمانے کے بعض جابروں نے بہت سے علماء کو مختلف سختیاں اور ایذائیں پہنچائیں جن کا ذکر مناسب نہیں' بہت سے علمائے اہل اسلام قتل کر دیئے گئے اور نوبت یہاں تک آ پہنچی کہ اس مجلس میں خاتم الانبیاء علیہ الصلوۃ والسلام کے نام کی تصریح ترک کر دی گئی اور جس کا یہ نام شریف رکھا گیا تھا' اس کا نام تبدیل کر کے دوسرا نام رکھا گیا.....

..... میں نے بعض لوگوں سے مناظرہ کیا۔ جنہوں نے فلسفہ پڑھا تھا اور کافروں کی کتابوں سے بہرہ یاب ہو کر فضل و فضیلت کے مدعی ہوگئے تھے اور لوگوں کو گمراہ کیا اور اصل نبوت کے تحقق اور ایک خاص شخص کے لیے اس کے ثبوت میں خود بھی گمراہ ہوگئے...... میرے دل میں یہ بات بیٹھ گئی اور میرے سینے میں جم گئی کہ میں ان کے لیے ایسی تقریر کروں جو ان کے شکوک دور کر دے اور شبے کو زائل کر دے۔ (۱۰)

اسی طرح آپ نے ۱۰۰۷ھ کے آخر میں ایک رسالہ ”تہلیلیہ“ رقم فرمایا' جس میں حضور ختمی المرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و محاسن اور اعجاز القرآن پر قلم اٹھایا کہ حق ادا کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و محاسن کا ذکر تو آپ نے زندگی کا اولین مقصد بنا لیا تھا۔ ”معارف لدنیہ“ نامی رسالے کے آخر میں بھی ان کو لکھا۔ مکتوبات شریفہ میں بھی جابجا ان کی خوشبوئیں رچی بسی ہوئی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے بارے میں آپ کا عقیدہ ملاحظہ کیجئے۔

”حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں کے خاتم اور آپ کا دین ادیان سابقہ کا ناسخ ہے اور آپ کی کتاب پہلی کتب سے بہترین ہے۔ آپ کی شریعت کا ناسخ کوئی نہیں ہوگا' اور قیامت تک یہی شریعت رہے گی۔ حضرت عیسیٰ علیہ

السلام نزول فرمائیں گئے، وہ بھی آپ کی شریعت ہی پر عمل کریں گے اور آپ کے امتی کی حیثیت میں رہیں گے۔ (۱۱)

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے جو کچھ کیا اس کو مدنظر رکھتے ہوئے حکیم محمد سعید دہلوی (سابق گورنر سندھ) خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔

”میرے نزدیک ان کی تجدید کا مرکزی پہلو یہ ہے کہ انہوں نے نبوت محمدی اور اس کی ضرورت و ابدیت پر اہل ایمان کے دلوں میں اعتقاد راسخ پیدا کیا، عملی طور پر قرآن و سنت کو معیار حقیقی تسلیم کرنے کے لیے انہوں نے جو انقلابی اور اصلاحی اقدامات کیے میرے خیال میں وہی ان کی سعی تجدید دین کے روشن ترین پہلو ہیں۔“ (۱۲)

غرض حضرت مجدد پاک کی تجدید کے انوار برصغیر ہی کیا پوری دنیا کو معمور کرنے لگے اور فطرت یہ مژدہ جانفزاء سنانے لگی ۔

آسماں ہوگا سحر کے نور سے آئینہ پوش
اور ظلمت رات کی سیماب پا ہو جائے گی!

☆☆☆

انگریزوں نے برصغیر پر قبضہ کرنے کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے وجود سے ”روح محمد“ نکالنے کے لیے بھی ہر حربہ استعمال کیا، ایسے لوگ تیار کیے جو جبہ و دستار سے لیس تھے کہ مسلمانوں کی نظر میں ان کے آبا و اجداد کے نظریات کو مشکوک کر دیں، ان لوگوں کا لیڈر اسماعیل دہلوی تھا، اس نے سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر حملہ کرتے ہوئے ”امکان نظیر“ کا نظریہ تراشا۔

> اس شہنشاہ (اللہ) کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم ”کن“ سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی، جن و فرشتہ، جبرئیل اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیدا کر ڈالے۔“ (۱۳)

پھر مولوی قاسم نانوتوی نے لکھا:

"اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا' چہ جائیکہ آپ کے معاصر کسی اور زمانہ میں یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے۔ (۱۴)

یہ نظریات معمولی لوگوں کے نہیں تھے' بلکہ ان لوگوں کے تھے جن کا ایک حلقہ اثر تھا' پھر ایسا وقت بھی آیا کہ مرزا قادیانی نے انہی نظریات کو بنیاد بنا کر انگریزوں کی عین منشاء کے مطابق اپنی نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ انگریزوں نے باقاعدہ ان سب لوگوں کی مدد کی' ان لوگوں کے وظائف مقرر کیے اور ان کی دیگر ضروریات زندگی کا خیال رکھا۔ ان ایمان سوز حالات میں امام اہلسنت فاضل بریلوی قدس سرہ نے سرمایہ ملت کی نگہبانی کا فرض ادا کیا۔ آپ ختم نبوت کی حقانیت کو ثابت کرتے ہیں۔

یونہی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبین ماننا ان کے زمانے میں خواہ ان کے بعد کسی نبی جدید کی بعثت کو یقیناً" قطعاً" محال و باطل جاننا فرض اجل و جزئے ایقان ہے۔ **ولکن رسول اللہ و خاتم النبین** نص قطعی ہے۔ اس کا منکر نہ منکر بلکہ شبہ کرنے والا نہ شاک کہ ضعیف احتمال خفیف توہم خلاف رکھنے والا قطعاً اجماعاً" **کافر معلون مخلد فی النیران** ہے۔ نہ ایسا کہ وہی کافر ہے بلکہ جو اس کے عقیدہ ملعونہ پر مطلع ہو کر اسے کافر نہ جانے وہ بھی کافر۔ (۱۵)

"مسلمانو! دیکھا اس معلون ناپاک' شیطانی قول نے ختم نبوت کی کیسی جڑ کاٹ دی۔ خاتمیت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ کی وہ تاویل گھڑی کہ خاتمیت خود ہی ختم کر دی اور صاف لکھ دیا کہ اگر حضور خاتم الانبیاء علیہ و علیہم الصلوۃ والثنا کے زمانے میں بلکہ حضور کے بعد بھی کوئی نبی پیدا ہو تو ختم نبوت کے کچھ منافی نہیں۔ اللہ اللہ جس کفر ملعون کے موجد کو خود قرآن عظیم کا "**وخاتم النبین**" فرمانا نافع نہ ہوا۔ قرآن کے بعد اور کون سی حدیث پر ایمان لائیں گے۔" (۱۶)

اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ نے عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ کرنے کے لیے

مزید رسائل رقم فرمائے، آپ نے رد مرزائیت پر خوب زور دیا۔ اس سلسلہ میں آپ کے رسائل مبارکہ "السوء و العقاب" "قہرالدیان" "المبین" "الجرازالدیانی" قابل دید ہیں۔ (یہ رسائل رضا فاؤنڈیشن لاہور نے بڑے اہتمام سے شائع کیے ہیں) ایک منظر دیکھیے جس میں آپ کا شرر بار قلم خرمن قادیاں کو کس طرح خاکستر بنا رہا ہے۔

> "قادیاں کا مرتد، رسول اللہ کا مثیل کیونکر بن بیٹھا؟ کیا اس کے کفر، اس کے کذب، اس کی وقاحتیں، اس کی فضیحتیں، اس کی خباثتیں، اس کی ناپاکیاں اس کی بیباکیاں کہ عالم آشکار ہیں، چھپ سکیں گی؟ اور جہان میں کوئی عقل و دین والا جبریل کا مثیل مان لے گا---- یہ نبیوں کی علانیہ تکذیب کرنے والا، یہ رسولوں کو فحش گالیاں دینے والا، یہ قرآن مجید کو طرح طرح سے رد کرنے والا مسلمان بھی ہونا محال نہ کہ رسول اللہ کی مثال۔ (۱۷)

واللہ اس حقیقت سے کوئی باہوش انسان انکار نہیں کر سکتا کہ عقیدہ ختم نبوت کو بچانے کے لیے مجدد الف ثانی اور اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ نے جو کردار ادا کیا وہ ہر اعتبار سے اپنی مثال آپ ہے۔ ورنہ اکبر کے ناپاک منصوبے، انگریزوں کے مذموم حربے اور غداران ملت کے شرانگیز ہتھکنڈے اہل اسلام کی متاع دین و دانش کو لے بیٹھے تھے، یہ دو ہی تو ہیں، جنھوں نے ہر قدم پر گمراہی کا راستہ روکا بے دینی کا منہ موڑا اور اپنے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا حق ادا کیا۔ نیز حضور فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیمثال مقام نبوت کے شیون و خصائص کو قرآن و حدیث، آثار صحابہ، اقوال فقہا اور کلمات اولیاء سے اس طرح ثابت کیا کہ قیامت تک کوئی چیلنج نہیں کر سکتا۔ ذیل کی سطور میں ہم ان شیون و خصائص کا ذکر کرتے ہیں۔

☆☆☆

شان لولاک: حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

○ حقیقت محمدی جو حقیقت الحقائق ہے مراتب ظلال طے کرنے کے بعد آخر کار اس فقیر پر ظاہر ہوئی ہے۔ محبت کا تعین اور ظہور ہے' جو تمام مظاہر کا مبدا اور مخلوقات کی پیدائش کا منشا ہے۔ جیسے حدیث قدسی ہے۔ **کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق لاعرف** اول اول جو چیز اس پوشیدہ خزانہ سے ظاہر ہوئی محبت ہے کہ جو مخلوقات کی پیدائش کا سبب ہوئی ہے' اگر یہ محبت نہ ہوتی تو ایجاد کا دروازہ نہ کھلتا اور عالم عدم میں راسخ اور مستمر رہتے۔ حدیث قدسی **لولاک لما خلقت الافلاک** جو حضرت خاتم الرسل کی شان میں آئی ہے کا بھید بھی اسی میں ڈھونڈنا چاہیے اور **لولاک لما اظہرت الربوبیہ** کی حقیقت کو اسی مقام پر طلب کرنا چاہیے۔ (۱۸)

○ حقیقت محمدی جو ظہور اول میں سب سے بڑی حقیقت ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ دوسرے تمام حقائق کیا انبیاء کرام علیہم السلام اور کیا ملائیکہ عظام کے حقائق کا اصل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' **اول ماخلق اللہ نوری** اور فرمایا' **خلقت من نوراللہ والمومنون من نوری** بس یہی حقیقت تمام حقائق اور حق تعالیٰ کے درمیان واسطہ ہے اور آنحضرت کے واسطہ کے بعد کوئی مطلوب تک نہیں پہنچ سکتا۔ آپ تمام انبیاء و مرسلین کے بھی نبی ہیں اور آپ کا تشریف لانا جہان کے لیے رحمت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء اولوالعزم باوجود اصالت کے آپ کی اتباع طلب کرتے رہے اور آپ کی امت میں داخل ہونے کی آرزو کرتے رہے' جیسا کہ حدیث میں وارد ہے۔ (۱۹)

○ اگر حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اس عالم دنیا میں ظہور نہ فرمانا ہوتا تو اللہ سبحانہ تعالیٰ مخلوق کو پیدا ہی نہ کرتا' اور آپ نبی تھے۔ دراں حالیکہ آدم علیہ السلام ابھی پانی اور مٹی کی حالت میں تھے۔ (۲۰)

○ اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

حضرت حق عزجلالہ نے تمام جہان کو حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے پیدا فرمایا' حضور نہ ہوتے تو کچھ نہ ہوتا۔ **لولاک لما خلقت الدنیا** (شرح زرقانی جلد ۱ ص

۷۵) آدم علیہ الصلوۃ والسلام سے ارشاد ہوا۔ **لولا محمد ماخلقت ولا ارضا ولا سماء** ("مطالع المسرات" ص ۲۶۴) یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں تمہیں بناتا نہ زمین نہ آسمان کو۔" (۲۱)

اس حدیث کی تحقیق میں آپ نے ایک رسالہ **تلالو الافلاک لجلال** حدیث لولاک بھی رقم فرمایا' آپ نے اس حدیث کی متعدد اسناد نقل کر کے ثابت کیا کہ یہ حدیث کئی ایک اسناد سے صحیح ہے' پھر اپنے اشعار میں بھی اس کا ذکر فرمایا' مثلاً

ہوتے کہاں خلیل و بنا' کعبہ و منیٰ
لولاک والے صاحبی سب تیرے گھر کی ہے
مقصود یہ ہیں آدم و نوح و خلیل سے
تخم کرم میں ساری کرامت ثمر کی ہے
وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی' جان ہے تو جہان ہے

آپ بھی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی طرح حقیقت محمدیہ کو ممکنات و ذات واجب کے درمیان برزخ اور واسطہ سمجھتے ہیں' فرماتے ہیں۔

حق یہ کہ ہیں عبد الہ اور عالم امکاں کے شاہ
برزخ ہیں وہ سر خدا' یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

اور فرماتے ہیں:

"نور محمدی کا جس طرح عالم اپنی ابتداء وجود میں محتاج تھا کہ وہ نہ ہوتا تو کچھ نہ بنتا یوں ہی ہر شے اپنی بقاء میں اس کی دست نگر ہے۔ آج اس کا قدم درمیان سے نکال لیں تو عالم دفعۃً "فنائے محض ہو جائے۔" (۲۲)

اس قسم کے مضمون کو آپ نے اپنی کتاب "کشف حقائق" اور "سلطنۃ المصطفیٰ فی ملکوت کل الوریٰ" میں بھی خوب نبھایا ہے۔

* * *

نور مصطفیٰ: حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ فرماتے ہیں:

○ "جاننا چاہیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش دیگر انسانوں کی طرح نہیں کہ آپ باوجود عنصری پیدائش کے حق تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوئے۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا' **خلقت من نور اللہ** کسی دوسرے کو یہ سعادت میسر نہیں ہوئی۔"(۲۳)

"مشہور ہے کہ علم جملی جو صفات اضافیہ میں سے ہے' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک نور ہیں جو عالم اجسام میں پاک پشتوں سے پاک رحموں میں منتقل ہوتے رہے ہیں اور پھر آخر کار مختلف رحموں سے منتقل ہوتے ہوئے اور مصلحتوں کے پیش نظر بصورت انسان جو بہترین صورت ہے۔ دنیا میں جلوہ گر ہوئے' اور محمد و احمد کے مبارک ناموں سے موسوم ہوئے۔ (۲۴)

○ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"حضور پرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم بلاشبہ اللہ عزوجل کے نور ذاتی سے پیدا ہیں۔ حدیث میں وارد ہے۔ **ان اللہ تعالی قد خلق قبل الاشیا نور نبیک من نورہ** بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا' (رواہ عبدالرزاق و نحوہ عندالبیہقی) حدیث میں نورہ فرمایا' جس کی ضمیر اللہ کی طرف ہے کہ اسم ذات ہے۔ **من نور جمالہ یا نور علمہ یا نور رحمتہ** وغیرہ نہ فرمایا' کہ نور صفات سے تخلیق ہو' علامہ زرقانی رحمہ اللہ اسی حدیث کے تحت فرماتے ہیں۔ **(من نورہ) "ای من نور ھو ذاتہ"** (۲۵)

نوٹ: یاد رہے کہ اس حدیث کو مولانا اشرف علی تھانوی نے بھی اپنی کتاب "نشر الطیب فی ذکر الحبیب" میں درج کیا ہے۔

"اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کو اپنی ذات کریم سے پیدا کیا' یعنی عین ذات کی تجلی بلاواسطہ ہمارے حضور ہیں' باقی سب ہمارے حضور کے نور و ظہور ہیں۔" (۲۶)

اس عقیدے کو آپ نے اپنے اشعار میں بھی بیان کیا:

ہے انہیں کے نور سے سب عیاں، ہے انہیں کے جلوہ میں سب نہاں

بنے صبح تابش مہر سے، رہے پیش مہر یہ جاں نہیں
وہی نور حق وہی ظل رب ہے انہیں سے سب ہے انہیں کا سب
نہیں ان کی ملک میں آسماں کہ زمیں نہیں کہ زماں نہیں

کہیں عالم عشق و محبت میں ڈوب کر لکھتے ہیں:

بزم آخر کا شمع فروزاں ہوا
نور اول کا جلوہ ہمارا نبی
جس نے ٹکرے کیے ہیں قمر کے وہ ہے
نور وحدت کا ٹکڑا ہمارا نبی
سب چمک والے اجلوں میں چمکا کیے
اندھے شیشوں میں چمکا ہمارا نبی

قصیدہ نور کے چند ایمان افروز اشعار ملاحظہ ہوں

باغ طیبہ میں سہانا پھول پھولا نور کا
مست بو ہیں بلبلیں پڑھتی ہیں کلمہ نور کا
انبیاء اجزاء ہیں تو بالکل ہے جملہ نور کا
اس علاقے سے ہے ان پر نام سچا نور کا
وضع واضع میں تری صورت ہے معنی نور کا
یوں مجازا چاہیں جس کو کہدیں کلمہ نور کا
شمع دل، مشکوٰۃ تن، سینہ زجاجہ نور کا
تیری صورت کے لیے آیا ہے سورہ نور کا

☆☆☆

خصوصی بات: حضرت امام ربانی قدس سرہ کی عبارت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آبا و اجداد اور امہات و جدات، پاک وصاف تھیں، خصوصاً آپ کے والدین کریمین حضرت سیدنا عبداللہ اور سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہما اپنے دور کی جملہ آلائشوں سے محفوظ رہے۔ کفر و شرک کی گھٹائیں ان سے کوسوں دور رہیں۔ اس لیے کہ ان کے سلب و رحم میں "نور خدا" اپنی تمام تر تجلیوں سمیت پرورش پا رہا تھا۔ اس عقیدے کی حقانیت پر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے بھی "شمول الاسلام" کے نام سے زبردست کتاب لکھی، ایک جگہ آپ کا محبت افروز استدلال دیکھیے۔

"جب اللہ عزوجل نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پسند نہ فرمایا کہ غیر مسلم عورت آپ کے نکاح میں آئے، خود حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا نور پاک معاذ اللہ محل کفر میں رکھنے یا حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم پاک عیاذ باللہ خون کفار سے بنانے کو پسند فرمانا، کیونکر متوقع ہو؟" (۲۷)

یہ ساری کتاب عقلی و نقلی دلائل سے مزین ہے۔ قابل دید بھی ہے اور قابل داد بھی۔

☆☆☆

مسئلہ نفی ظل: صدر اول سے لے کر آج تک مشاہیر امت کی غالب ترین جماعت کا یہی عقیدہ رہا ہے کہ حضور پرنور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کا سایہ نہیں تھا۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ اس کی وجہ بیان فرماتے ہیں۔

○ "چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس عالم ممکنات میں سے نہیں بلکہ اس سے بلند و ارفع امکان سے پیدا ہوئے اس بناء پر آپ کے جسم شریف کا سایہ نہیں تھا اور اس عالم شہادت میں شے کا سایہ شے سے

لطیف تر ہوتا ہے اور جب حضور علیہ السلام سے زیادہ لطیف چیز جہاں میں ہے ہی نہیں تو آپ کے جسم مبارک کے لیے سایہ کس طرح متصور ہو سکتا ہے۔" (۲۸)

اسی طرح آپ واجب تعالیٰ کے عدم ظل پہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عدم ظل کو بطور دلیل پیش فرماتے ہیں۔ ۹۶

○ "اللہ تبارک و تعالیٰ کا ظل کیوں ہو کہ ظل سے مثل کے پیدا ہونے کا گمان گزرتا ہے اور اصل میں کمال لطافت کے نہ ہونے کا شک پیدا ہوتا ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد مبارک کا کمال لطافت کے باعث سایہ نہیں تھا تو خدائے محمد کا سایہ کس طرح ہوتا۔" (۲۹)

○ مسئلہ نفی ظل پر اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ نے بھی خوب داد تحقیق دی۔ آپ نے نفی الفی، قمر التمام اور ھدی الحیران جیسے علمی و فکری رسائل سے اس کو ثابت فرمایا، ان رسائل میں آپ نے دوسرے اکابر ملت کے علاوہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے ارشادات عالیہ سے بھی استفادہ کیا ہے۔ "نفی الفی" کی ابتداء میں فرماتے ہیں۔

○ "بے شک اس مہر سپہر اصطفا، ماہ منیر اجتبا صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سایہ نہ تھا اور یہ امر احادیث و اقوال علمائے کرام سے ثابت اور اکابر ائمہ و جہابذ فضلا مثل حافظ رزین محدث و علامہ ابن سبع صاحب شفاء الصدور و امام علامہ قاضی عیاض صاحب کتاب الشفاء .... شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی و جناب شیخ مجدد الف ثانی فاروقی سرہندی بحرالعلوم مولانا عبدالعلی لکھنوی و شیخ الحدیث مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی و غیرہم اجلہ فاضلین و مقتدایان کہ آج کل کے مدعیان خام کار کو ان کی شاگردی بلکہ کلام سمجھنے کی بھی لیاقت نہیں۔ **خلفا عن سلف دائما** اپنی تصانیف میں اس کی تصریح کرتے آئے۔ اور مفتی عقل اور قاضی نقل نے باہم اتفاق کر

کے اس کی تاسیس و تشیید کی۔"(۳۰)

اس عبارت کے بعد آپ نے عقلی و نقلی دلائل کے انبار لگا دیئے ہیں۔ آپ نے صلاۃ الصفاء اور نفی الفی میں مجدد الف ثانی قدس سرہ کے مذکورہ صدر حوالے بھی نقل فرمائے۔ قصیدہ نور کا یہ شعر بھی اسی عقیدے کی ترجمانی کر رہا ہے۔

تو ہے سایہ نور کا ہر عضو ٹکڑا نور کا
سایہ کا سایہ نہ ہوتا ہے نہ سایہ نور کا

☆☆☆

اپنے جیسا بشر کہنا: جملہ اہل ایمان نے حضور نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بشریت **محضہ** کا انکار کیا ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ حضور افضل البشر' اکمل الانسان ہیں۔ آپ کو بشر محض اور انسان عام سمجھنا کفار مکہ و منافقین مدینہ کا شیوہ تو ہو سکتا ہے۔ اصحاب کبار اور آل اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین کا نہیں۔ حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں: او در یتیم است کہ مانند ندارد یعنی حضور نبوت کے گوہر یکتا ہیں' ان کی مثال نہیں (شرح رباعیات باقی رسائل مجددیہ' ص۲۲۹' مطبوعہ لاہور)۔

☆☆☆

○ "امت میں سے کوئی شخص کمالات میں کتنا ہی بلند درجہ حاصل کر لے اپنے پیغمبر کے ساتھ برابری نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اس کو یہ سب کمالات اس پیغمبر کی شریعت کی متابعت کے باعث حاصل ہوئے ہیں۔ پس اس پیغمبر کو یہ سب کمالات بھی اور دوسرے تابعداروں کے کمالات بھی اور اپنے مخصوصہ کمالات بھی ثابت و حاصل ہوں گے۔' اس طرح وہ شخص کامل اپنے پیغمبر کے سوا کسی دوسرے پیغمبر کے مرتبہ کو بھی نہیں پہنچ سکتا' اگرچہ کسی نے اس پیغمبر کی متابعت نہ کی ہو' اور اس کی دعوت کو قبول نہ کیا ہو' کیونکہ ہر ایک پیغمبر اصلی اور استقلالی طور پر صاحب دعوت اور شریعت کی تبلیغ پر

مامور ہے۔" (مکتوب ۵۷ دفتر دوم)

- "جن محجوبوں نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر کہا اور دوسرے انسانوں کی طرح تصور کیا بالآخر منکر ہوگئے اور جن سعادت مندوں نے ان کو رسالت و رحمت عالمیان کے طور پر دیکھا اور دیگر لوگوں سے ممتاز اور سرفراز سمجھا وہ ایمان کی سعادت سے مشرف ہوگئے اور نجات پانے والوں میں شامل ہوگئے"۔ (۳۱)
- "بسا اوقات جاہل لوگ کمال جہالت سے نفس مطمئنہ کو امارہ تصور کرتے ہیں اور امارہ کے احکام مطمئنہ پر جاری کرتے ہیں۔ جس طرح کفار نے انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والتسلیمات کو دوسرے لوگوں کی طرح جانا اور کمالات نبوت کے منکر ہوگئے۔ **اعاذنا اللہ سبحانہ عن انکار ھولاء الاکابر**۔" (۳۲)
- "کاملین و عارفین کے اسرار و معارف اور کمالات و تصرفات کے اظہار میں من جملہ اور حکمتوں کے ایک حکمت یہ بھی ہوتی ہے کہ کم نظر لوگ ان کی دنیوی و ظاہری آرزوؤں اور ضرورتوں کو دیکھ کر ان کو ناقص نہ سمجھ لیں اور اس طرح ان کی برکات سے محروم نہ رہ جائیں۔ کفار جو انبیاء کرام پر ایمان لانے کی سعادت سے محروم رہے' اس کی یہی وجہ تھی کہ ان کی نظر انبیاء کرام کی ظاہری ضرورتوں اور حاجتوں پر پڑی۔ **فقالوا ابشر یھدوننا فکفروا** تو کہہ اٹھے کہ بشر ہمیں ہدایت دیں گے تو کافر ہوگئے۔" (۳۳)
- "انبیاء کرام کے ساتھ شرکت و مساوات کا عقیدہ رکھنا کفر ہے"۔ (مکتوب ۹۹ دفتر دوم)

اعلیٰ حضرت بریلوی رحمتہ اللہ فرماتے ہیں:

- وہ بشر ہیں لیکن عالم علوی سے لاکھ درجہ اشرف و احسن وہ انسان ہیں مگر ارواح و ملائک سے ہزار درجہ الطف وہ خود فرماتے ہیں۔ **لست مثلکم**

میں تم جیسا نہیں۔ **رواہ الشیخان ویروی نست کھیئتکم** میں تمہاری ہیئت پر نہیں۔ **ویرونی ایکم مثلی** تم میں کون مجھ جیسا ہے۔ **(۳۴)**
آخر علامہ خفاجی کو فرماتے سنا آپ کا بشر ہونا اور نور درخشندہ ہونا منا
نہیں......... گویا۔

محمد بشر لا کالبشر
بل هو یاقوت بین الحجر (۳۵)

ترجمہ : محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہیں مگر بشر محض نہیں ک یاقوت پتھر ہوتا ہے مگر پتھروں میں بے مثال ہوتا ہے۔

خصوصی بات : اہل کفر و نفاق کا حضور تاجدار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے جیسا بشر کہنا اور اس کی تشہیر کرنا صرف اس لیے تھا اور ہے کہ اہل ایمان کے دل سے ان کی محبت نکل جائے' ان کا احترام ختم ہو جائے' ظاہر ہے کوئی انسان اپنے جیسے انسان کو محبت و احترام کی نگاہ سے نہیں دیکھتا۔ نیز اپنے جیسے انسان کی اطاعت کو ضروری نہیں سمجھتا۔ یہ ایسا ایمان سوز فتنہ ہے جس کی خوفناکی کا اندازہ بھی نہیں کیا جا سکتا۔

جب یہ فتنہ برصغیر میں سر اٹھا رہا تھا۔ پہلے اکبر اعظم اور بعد میں انگریز اس کی پشت پناہی کر رہے تھے' تو ان دونوں راہنماؤں نے مسلمانوں کو خبردار کیا۔ اس کی خوفناکی کا احساس دلایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بے مثال کمالات و محاسن بیان کرکے ان کے ایمانوں کو تازہ کیا' یقینوں کو سہارا دیا' جس طرح انہوں نے اپنے آقا کی لاجواب شان و عظمت بیان کی اس کی ایک جھلک دیکھ کر دل کو نور وفا سے منور کیجئے۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

○ "مقام تسلیم و رضا سے پرے حضرت خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی کا قدم نہیں پہنچا۔ **لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولانبی مرسل** میں اسی مقام کی خبر دی ہے۔" **(۳۶)**

- "قیامت کے دن وہ تمام نبیوں کے امام اور خطیب ہوں گے اور ان کے شفاعت کرنے والے ہوں گے۔ انہوں نے اپنے حق میں فرمایا‘ **نحن الاخرون و نحن السابقون**" (۳۷)
- "حضرت آدم اور دیگر انبیاء کرام ان کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔" (۳۸)
- آج ان کی شان کون پہچان سکے۔ البتہ میدان حشر میں ان کی بزرگی و عظمت معلوم ہوگی"۔ (۳۹) ایسے بے شمار فضائل و محامد آپ نے بیان کیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان یکتائی تمام مسلمانوں کے جان و دل پر نقش ہو جائے اور وہ اپنے رسول اکرم نبی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی جان سے زیادہ محبت کریں‘ تہ دل سے احترام کریں نیز ان کی اطاعت میں ہمہ تن مشغول ہو جائیں۔ اسی ایمان افروز انداز کو اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمتہ نے پروان چڑھایا‘ فرماتے ہیں:
- "اس نے ہمارے نبی کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا‘ ان کے دامن رحمت کے نیچے انبیاء و مرسلین ملائیکہ و مقربین اور تمام مخلوق کو داخل فرمایا..... دنیا و آخرت میں انہیں کے لیے فضیلت ہے...... سب سے بڑا وسیلہ اور سب سے اعظم شفاعت اور مقام عطا فرمایا‘ جس میں اگلے پچھلے سب ان کی حمد کریں گے..... آج نہ کھلا تو کل قریب ہے جس دن تمام مخلوق کو جمع فرمائیں گے۔ سارے مجمع کا دولہا بنائیں گے۔ انبیائے جلیل تا حضرت خلیل سب حضور کے نیاز مند ہوں گے۔ موافق و مخالف کے ہاتھ انہی کی جانب بلند ہوں گے۔ انہی کا کلمہ پڑھا جاتا ہوگا۔ انہی کی حمد کا ڈنکا ہوگا۔ آج نہاں ہے کل عیاں ہے۔" (۴۰)

اس سلسلہ میں آپ نے **تجلی الیقین‘ لقہ شہنشاہ‘ سلطنتہ المصطفیٰ اسماع الاربعین فی شفاعتہ سید المحبوبین‘ العروس الاسماء‘ الامن والعلے‘ النفتحہ**

الفاتحہ من مسک منورۃ الفاتحہ جیسی کتابیں لکھیں اور فدا ہو ہو کر اپنے محبوب کی شوکتوں کے گیت گائے، آپ کا نعتیہ کلام تو سبحان اللہ، ایک جگہ قلم توڑ دیا ہے۔

ترے تو وصف عیب تناہی سے ہیں بری
حیراں ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے

☆☆☆

عقیدہ حیات النبی تمام امت مرحومہ کا اس عقیدے پر اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دیگر برگزیدہ نبی اور نبی خاتم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اپنی قبور منورہ میں زند جاوید ہیں اور اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ طاقت سے اپنے غلاموں کو نوازتے ہیں۔ ہمارے حضور اس وصف میں بھی شان خصوصی کے حامل ہیں، امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے دلائل قاہرہ سے اس عقیدے کو ثابت فرمایا۔

○ "آپ نے سنا ہوگا کہ **الانبیاء یصلون فی القبور** نبی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں اور ہمارے پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام معراج کی رات جب حضرت کلیم اللہ علیہ السلام کی قبر پر گزرے تو دیکھا کہ قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں اور جب اسی وقت آسمان پر پہنچے تو ان کو وہاں پایا۔ اس مقام کے معاملات نہایت عجیب و غریب ہیں۔" (۴۱)

اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں:

○ "درود و سلام ہی نہیں بلکہ امت کے تمام اعمال و اقوال و افعال روزانہ دو وقت سرکار عرش وقار حضور سید الابرار صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کیے جاتے ہیں۔ احادیث کثیرہ میں یہ تصریح ہے۔ (۴۲)

معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر انور میں زندہ ہیں اور اپنی امت کے احوال و واقعات سے آگاہ ہیں۔ اس عقیدے کو آپ نے اپنے اشعار میں خوب بیان کیا ہے۔

انبیا کو بھی اجل آنی ہے

مگر ایسی کہ فقط آنی ہے
پھر اسی آن کے بعد ان کی حیات
مثل سابق وہی جسمانی ہے
یہ ہیں حسی ابدی ان کو رضا
صدق وعدہ کی قضا مانی ہے

ملفوظات میں فرماتے ہیں کہ "انبیاء کرام کی حیات حقیقی حسی دنیاوی ہے ان پر تصدیق وعدہ الہیہ کے لیے محض ایک آن کی آن کو موت طاری ہوتی ہے' پھر ویسے ہی ان کو حیات عطا فرما دی جاتی ہے۔ اس حیات پر وہی احکام دنیوی ہیں' ان کا ترکہ بانٹا نہ جائے گا' ان کی ازواج کو نکاح حرام نیز ازواج مطہرات پر عدت نہیں' قبور میں نماز پڑھتے' کھاتے پیتے ہیں۔ (ص ۲۷۶' مطبوعہ لاہور)

آپ نے حیات ارواح سے متعلق حیات الموات فی بیان سماع الاموات' الاہلال بفیض الاولیاء بعد الوصال جیسے رسائل قلمبند کیے' اور ظاہر ہے جب عام ارواح زندہ ہیں تو روح اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا کیا عالم ہوگا' اسی لیے اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمتہ پکار پکار کر کہہ رہے ہیں:

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
مرے چشم عالم سے چھپ جانے والے

☆☆☆

حضور غیب جانتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اول و آخر کا علم عطا فرمایا' اس پر صحاح و سنن کی احادیث مبارکہ گواہ ہیں۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ فرماتے ہیں: "علم غیب مخصوص بہ اوست خلص رسل را اطلاع می بخشد" "یعنی علم

غیب جو اس کے ساتھ مخصوص ہے اپنے خاص رسولوں کو اطلاع بخشتا ہے۔" (۴۳)

ایک جگہ فرماتے ہیں:

○ "حروف مقطعات قرآنی سب کے سب حالات کی حقیقتوں اور اسرار کی باریکیوں کے متعلق رموز اور اشارے ہیں جو محب اور محبوب کے درمیان وارد ہیں، اور کون ہے جو ان کو پا سکے۔" (مکتوب ۱۰۰، دفتر سوم)

○ "حدیث نفیس ہے۔ **انا سید ولد ادم ---- فعلمت علم الاولین والاخرین** میں بنی آدم کا سردار ہوں---- پس میں نے پہلوں اور پچھلوں کا علم جان لیا۔ (مکتوب ۱۲۲، دفتر سوم)

○ نبوت سے مراد وہ درجہ ہے جس میں ایسی نظر حاصل ہوتی ہے کہ اس کی روشنی میں غیب اور دیگر امور ظاہر ہوتے ہیں، جن کا ادراک عقل نہیں کر سکتی" (اثبات النبوۃ، ص ۷۲، مطبوعہ کراچی)۔

○ "عارف جب اللہ تعالیٰ کے فضل سے حصول ظلیت کی قید سے نکل جاتا ہے تو موجودات کے ذرات میں سے ہر ایک ذرہ یعنی عرض و جوہر اور آفاق و انفس اس کے لیے گویا غیب الغیب کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ (مکتوب ۱۱۰، دفتر سوم)

اندازہ کیجئے جب عارف کی وسعت علم کا یہ عالم ہے تو سید کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کا کیا عالم ہوگا۔ اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ نے بھی اس مسئلہ پر بڑی معرکتہ الارا کتابیں لکھیں اور منکرین کا ناطقہ بند کر دیا۔ آپ خالص الاعتقاد میں اپنی تحقیق بیان کرتے ہیں:

○ ہمارے علماء میں اختلاف ہوا کہ علوم غیب جو مولا عزوجل نے اپنے محبوب اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائے وہ روز اول سے یوم آخر تک تمام کائنات کو شامل ہیں۔ جیسا کہ عموم آیات و احادیث کا مفاد ہے یا ان

میں تخصیص ہے؟ بہت اہل ظاہر جانب خصوصی گئے ہیں اور عام علمائے باطن اور ان کے اتباع سے بکثرت علمائے ظاہر نے آیات و احادیث کو ان کے عموم پر رکھا، ہمارا مختار قول اخیر ہے جو عام عرفائے کرام و بکثرت اعلام کا مسلک ہے۔ (۴۴)

انباء المصطفیٰ میں علم غیب کی نوعیت بیان فرماتے ہیں:

○ “علم الٰہی ذاتی ہے اور علم خلق عطائی وہ واجب یہ ممکن، وہ قدیم یہ حادث، وہ نامخلوق یہ مخلوق، وہ نامقدور یہ مقدور، وہ ضروری البقا یہ جائز الفنا، وہ ممتنع التغیر یہ ممکن التبدل۔ (۴۵)

الدولتہ المکیہ میں فرماتے ہیں:

○ “ہم گروہ اہل حق بحمد اللہ جانتے ہیں کہ روز اول سے جو کچھ گزرا اور آخر جو کچھ آئے گا اس سب کی تفصیل جو ہم نے ذکر کی وہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کے حضور نہیں، مگر ایک تھوڑی چیز اور اس پر دلیل ہے رب العزت کا یہ ارشاد، **وعلمک مالم تکن تعلم وکان فضل اللہ علیک عظیما۔**” (۴۶)

○ “وہ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے غیبوں کے مطلق علم کی نفی کرتا ہے، اگرچہ خدا کی عطا سے ہو تو ایسا شخص اس چیز کی نفی کر رہا ہے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ثابت فرمائی اور اس کا یہ قول اس کے ایمان کی نفی کرتا ہے اور اس کے زیاں کار ہونے کے لیے کافی ہے۔” (۴۷)

خالص الاعتقاد کے آخر میں فرماتے ہیں:

○ “یہ کہنا آسان تھا کہ احمد رضا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کا قائل ہوگیا اور عقیدہ کفر کا ہے، مگر نہ دیکھا کہ احمد رضا کی جان کن کن پاک مبارک دامنوں سے وابستہ ہے۔ احمد رضا کا سلسلہ اعتقاد علماء اولیاء ائمہ، صحابہ سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور محمد رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ رب العالمین تک مسلسل ملا ہوا ہے۔ (۴۸)

آپ کے نعتیہ اشعار میں اس عقیدے کی جلوہ ریزیاں ملاحظہ ہوں۔

فضل خدا سے غیب شہادت ہوا انہیں
اس پر شہادت آیت و وحی و اثر کی ہے
کہنا نہ کہنے والے تھے جب سے تو اطلاع
مولا کو قول و قائل و ہر خشک و تر کی ہے
ان پر کتاب اتری بیانا" لکل شی
تفصیل جس میں ما عبر و ما غبر کی ہے

○

فرش تا عرش سب آئینہ ضمائر حاضر
بس قسم کھائیے امی تری دانائی کی
شش جہت، سمت مقابل شب و روز ایک ہی حال
دھوم و النجم میں ہے آپ کی بینائی کی

○

وہ دانائے ماکان و مایکوں ہیں
مگر بے خبر، بے خبر جانتے ہیں

☆☆☆

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پر کڑوروں درود

علاوہ ازیں آپ نے اراحتہ جو انح الغیب، اللولوالمکنون اور ملی العجیب بعلوم الغیب، ملحیتہ العیب، جیسی کتابوں میں آیات بینہ، احادیث متعددہ

اور علمائے کرام کے اقوال کثیرہ سے تائید و تصدیق حاصل کی۔

حضور فریاد رس ہیں: اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام مخلوق کا فریادرس، چارہ ساز اور حاجت روا بنا کر بھیجا۔ کوئی حضور کو پکار کر دیکھے، حضور فوراً اس کے درد کا مداوہ بن جاتے ہیں، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ فرماتے ہیں:

○ "ایک دن یہ خوف غالب ہوا کہ مبادا ان کشفوں پر مواخذہ کریں اور ان وہمی باتوں کی نسبت پوچھیں۔ اس خوف کے غلبہ نے بڑا بیقرار کیا اور بارگاہ الٰہی میں بڑی التجا اور زاری کی، یہ حالت بہت مدت تک رہی اتفاقاً" اس حالت میں ایک بزرگ کے مزار پر گزر ہوا اور اس معاملہ میں اس عزیز کو مددگار بنایا، اسی اثناء میں خداوند تعالیٰ کی عنایت شامل حال ہوئی اور معاملہ کی حقیقت کھل گئی اور حضرت رسالت خاتمیت صلی اللہ علیہ وسلم جو رحمت عالمیان ہیں کی روح مبارک نے حضور فرمایا، اور دل غم ناک کو تسلی دی اور معلوم ہوا کہ قرب الٰہی ہی فضل کلی کا موجب ہے۔" (۴۹)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ کسی صاحب مزار کو اپنا مددگار بنانا جائز ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے غلاموں کو اپنی رحمت و رافت سے نوازتے ہیں، ان کے غم و ملال کو دور کرتے ہیں اور ان کو منزل مقصود تک پہنچاتے ہیں۔ ایک جگہ فرماتے ہیں، "نبی کا باطن حق کے ساتھ اور ظاہر خلق کے ساتھ ہوتا ہے"۔ (۵۰)

گویا نبی خدا سے غافل ہوتا ہے، نہ مخلوق سے۔ وہ خالق و مخلوق کے درمیان برزخ کبریٰ ہوتا ہے۔ خالق سے فیض لے کر مخلوق کی حاجت براری، مشکل کشائی اور غمگساری فرماتا ہے، ایک جگہ فرماتے ہیں:

"اس صاحب استدلال پر نہایت ہی افسوس ہے جو ایمان کو صرف استدلال سے حاصل کرے اور انبیاء کرام کی تقلید اس کی دستگیری اور امداد نہ کرے۔" (۵۱)

معلوم ہوا کہ امام ربانی کے نزدیک ایمان کی صحیح صورت اسے ہی نصیب ہوتی

ہے، جسے اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی سہارا دیتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمتہ بھی اسی عقیدے کو بیان فرماتے ہیں:

فریاد امتی جو کرے حال زار میں
ممکن نہیں کہ خیر البشر کو خبر نہ ہو

آپ نے **برکات الامداد لهل الاستمداد** اور **الاستغاثه والتوسل** میں اسی کو ثابت کیا، ایک مقام پر فرماتے ہیں:

○ "مسلمانو! وہابیہ کے اس ظلم و تعصب کا ٹھکانہ ہے کہ بیمار پڑیں تو حکیم کے پاس دوڑیں، دوا پر گریں، کوئی مارے پیٹے تو تھانے کو جائیں رپٹ لکھائیں، ڈپٹی یا سارجنٹ سے فریاد کریں، کسی نے زمین دبا لی تو منصف صاحب مدد کیجئو، جج بہادر خبر لیجئو، نالش کریں، استغاثہ کریں، غرض دنیا بھر سے استعانت کریں اور **حصرِ ایاک نستعین** کو اس کے خلاف نہ جانیں، ہاں انبیاء اولیاء علیہم الصلوۃ والثنا سے استعانت کی اور شرک آیا، ان کاموں کے وقت آیت کا حصر کیوں نہیں یاد آیا۔ (۵۲)

حاکم، حکیم داد و دوا دیں یہ کچھ نہ دیں
مردود یہ مراد کس آیت خبر کی ہے

یہ عقیدہ آپ کے بہت سے اشعار میں جھلکتا ہے۔

☆☆☆

حضور حاضر و ناظر ہیں: قرآن حکیم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید و شاہد کے لقب سے یاد کیا ہے، اور شہید و شاہد کا معنی حاضر و ناظر ہے۔ (۵۳)

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ، حدیث **تنام عینی ولا ینام قلبی** (۵۴) کی شرح میں حضور کے حاضر و ناظر ہونے کی تائید فرماتے ہیں۔

○ "نبی در رنگ شبان است در محافظت امت غفلت شایان منصب نبوت او نہ باشد کہ نبی امت کا نگہبان ہوتا ہے اور غفلت اس کے منصب نبوت کے لائق نہیں۔" (۵۵)

○ آپ اپنا ایک کشف صریح بیان فرماتے ہیں جس سے بھی اس عقیدے کی تصدیق ہوتی ہے، پیر بزرگوار کو لکھتے ہیں کہ "یہ رسالہ بعض یاروں کی التماس سے لکھا گیا ہے، واقعی رسالہ بے نظیر اور بڑی برکتوں والا ہے، اس رسالہ کے لکھنے کے بعد ایسا معلوم ہوا کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے بہت سے مشائخ کے ساتھ حاضر ہیں اور اسی رسالہ کو اپنے مبارک ہاتھ میں لیے ہوئے ہیں اور اپنے کمال کرم سے اس کو چومتے ہیں اور مشائخ کو دکھاتے ہیں اور فرماتے ہیں اس قسم کے اعتقاد حاصل کرنا چاہیں---- اور اسی مجلس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خاکسار کو اس واقع کو شائع کرنے کا حکم فرمایا۔" (۵٦)

بر کریماں کارہا دشوار نیست

معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ وصف عظیم حیات ظاہری تک محدود نہیں حیات برزخی میں بھی آپ اپنی امت کے احوال و افعال کو مشاہدہ فرماتے ہیں۔ نیز جہاں چاہیں جلوہ طراز ہو کر اہل نظر کو شادکام کرتے ہیں، ہاں حضور کا تو مقام بہت بلند ہے۔ حضور کے غلام اس شان کے حامل ہیں جیسا کہ امام ربانی نے تصریح فرمائی:

○ "جب جنات کو اللہ تعالیٰ نے یہ قدرت عطا فرمائی کہ وہ مختلف شکلوں کے ساتھ متشکل ہو کر عجیب و غریب کام کر لیتے ہیں، اگر کاملین کی ارواح کو یہ قدرت عطا فرما دے تو اس میں کیا تعجب اور دوسرے بدن کی کیا حاجت، اسی سلسلے کی کڑی وہ واقعات ہیں جو بعض اولیاء کرام سے منقول ہیں کہ وہ ایک ہی آن میں متعدد مقامات میں حاضر ہوتے ہیں اور مختلف کام انجام دیتے ہیں...... چنانچہ ہزار افراد ایک ہی رات خواب میں نبی اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم کی مختلف صورتوں میں زیارت کرتے ہیں اور بہت سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ یہ سب آپ کی صفات و لطائف ہوتے ہیں جو مثالی صورتوں سے متشکل ہوتے ہیں۔ (۵۷)

اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمتہ نے الموہبہ الجدیدہ فی وجود الحبیب بمواضع عدیدہ اور ندائے یا رسول اللہ میں اس عقیدہ کا اظہار فرمایا' الہادی الحاجب میں ثابت فرمایا کہ:

حضور نے حضرت نجاشی کی نماز جنازہ ادا فرمائی تو حضرت نجاشی کی میت سامنے نظر آ رہی تھی' حالانکہ وہ میت حبشہ میں موجود تھی اور حضور مدینہ منورہ میں تشریف فرما تھے۔ یہ امر آپ کے شاہد کل ہونے پر دلالت کرتا ہے' گویا

سر عرش پر ہے تری گزر دل فرش پر ہے تری نظر
ملکوت و ملک میں کوئی شے نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

فرماتے ہیں:

○ "ازل سے ابد تک تمام غیب و شہادت پر اطلاع تام حاصل الا ماشاء اللہ بصر وہ محیط کہ شش جہت اس کے حضور جہت مقابل دنیا اس کے سامنے اٹھا لی کہ تمام کائنات تا بروز قیامت' آن واحد میں پیش نظر ہو تو وہ دنیا کو اور جو کچھ دنیا میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کو ایسے دیکھ رہے ہیں' جیسے اپنی ہتھیلی کو اور ایمانی نگاہوں میں نہ یہ قدرت الٰہی پر دشوار نہ عزت و وجاہت انبیاء کے مقابل بسیار۔" (اعتقاد الاحباب' ص ۱۷)

تم ہو شہید و بصیر اور میں گنہ پر دلیر
کھول دو چشم حیا تم پر کروروں درود

ختم النبوۃ میں فرماتے ہیں:

○ "حضور کے عالم حیات ظاہری میں حضور ظاہر تھا' اب حضور مزار پرانوار ہے اور جہاں یہ بھی میسر نہ ہو تو دل سے حضور پرنور کی طرف توجہ

حضور سے توسل، فریاد و استغاثہ طلب شفاعت کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اب بھی ہر مسلمان کے گھر میں جلوہ فرما ہیں۔ مولانا علی قاری علیہ الرحمہ الباری شرح شفاء شریف میں فرماتے ہیں:

روح النبی صلی اللہ علیہ وسلم حاضرۃ فی بیوت اھل الاسلام" (۵۸)

لامکاں تک اجالا ہے جس کا وہ ہے
ہر مکاں کا اجالا ہمارا نبی

☆☆☆

حضور وسیلہ ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ جلالت میں سب کا وسیلہ ہیں، کیا انبیاء کیا غیر انبیاء سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل و توسط سے فیض یاب ہو رہے ہیں۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ فرماتے ہیں:

○ "چونکہ ظل کے مطلوب تک پہنچنے میں اصل، واسطہ و وسیلہ ہے۔ اس لیے حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے حضرت حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ و وسیلہ طلب کیا اور ان کی امت میں داخل ہونے کی آرزو فرمائی، جیسا کہ وارد ہے۔" (۵۹)

○ مرادوں کے سردار اور محبوبوں کے رئیس حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، کیونکہ اس دعوت سے مقصود ذاتی اور مدعو اولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں اور دوسروں کو خواہ مراد ہوں یا مرید حضور ہی کی طفیل بلایا ہے، **لولاہ لما خلق اللہ الخلق ولما اظہر الربوبیتہ** چونکہ دوسرے سب ان کی طفیلی ہیں اور وہ اس دعوت کے اصلی مقصود ہیں اس لیے سب ان کے محتاج ہیں اور انہی کے ذریعہ سے فیوض و برکات اخذ کرتے ہیں اس لحاظ سے اگر سب کو ان کی آل کہیں تو بجا اور درست ہے، کیونکہ سب ان کے پیچھے چلنے والے ہیں اور ان کے وسیلہ کے بغیر

کمال حاصل نہیں کر سکتے، جب ان سب کا وجود ان کے وجود کے وسیلہ کے بغیر متصور نہیں ہو سکتا تو دوسرے کمالات جو وجود کے تابع ہیں ان کے وسیلہ کے بغیر کس طرح متصور ہو سکتے ہیں، ہاں محبوب رب العالمین ایسا ہی ہونا چاہیے........

فان فضل رسول اللہ لیس له
حد فیعرب عنہ ناطق بفم (۶۰)

اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں:

○ "حضور فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے فرمایا، اگر میں تمہیں نہ بناتا تو جنت و دوزخ کو نہ بناتا، یعنی آدم و عالم سب تمہارے طفیلی ہیں، تم نہ ہوتے تو مطیع و عاصی کوئی نہ ہوتا، جنت و نار کس کے لیے ہوتیں، خود جنت و نار اجزائے عالم سے ہیں، جن پر تمہارے وجود کا پرتو پڑا۔ صلی اللہ علیہ وسلم

مقصود ذات اوست دگر جملگی طفیل
منظور نور اوست دگر جملگی ظلام (۶۱)

○ "ہر نعمت قلیل یا کثیر یا کبیر جسمانی یا روحانی، دینی یا دنیوی، ظاہری یا باطنی روز اول سے اب تک، اب سے قیامت تک، قیامت سے آخرت تک آخرت سے ابد تک مومن یا کافر، مطیع یا فاجر، ملک یا انسان، جن یا حیوان، بلکہ تمام ماسوا اللہ میں جسے جو کچھ ملی یا ملتی ہے یا ملے گی، اس کی کلی انہی کے صبائے کرم سے کھلی اور کھلتی ہے اور کھلے گی۔ انہی کے ہاتھوں پر بٹی اور بٹتی ہے اور بٹے گی، یہ سرالوجود و اصل الوجود و خلیفتہ اللہ الاعظم و ولی نعمت عالم ہیں صلی اللہ علیہ وسلم، یہ خود فرماتے ہیں **انا ابوالقاسم اللہ یعطی وانا اقسم** میں ابوالقاسم ہوں، اللہ دیتا ہے اور میں تقسیم فرماتا ہوں، **رواہ الحاکم فی المستدرک**" (۶۲)

○ اللہ عزوجل کا تمام لینا دینا، اخذ و عطا سب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں، ان کے واسطے ان کے وسیلے سے ہے۔ اسی کو خلافت عظمیٰ کہتے ہیں۔(٦٣)

بے ان کے واسطہ کے خدا کچھ عطا کرے
حاشا غلط غلط یہ ہوس بے بصر کی ہے

○

لاورب العرش جس کو جو ملا ان سے ملا
بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی

وہ جہنم میں گیا جو ان سے مستغنی ہوا
ہے خلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ کی

○

بے ان کے توسل کے مانگے بھی نہیں ملتا
بے ان کے توسط کے پرستش ہے نہ شنوائی

☆☆☆

سردار، شفیع، طبیب: اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام جہانوں کا سردار، تمام امتوں کا شفیع اور تمام امراض روحانی و جسمانی کا طبیب بنایا ہے۔ اس عقیدے پر بہت سی آیات قدسیہ احادیث مبارکہ اور اقوال علماء پیش کیے جا سکتے ہیں، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ فرماتے ہیں:

○ **فعلیکم بمتابعۃ سیدنا و مولانا وشفیع ذنوبنا وطبیب قلوبنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم** اے لوگو! اطاعت کرو ہمارے سردار، ہمارے آقا، ہمارے گناہوں کو بخشوانے والے اور ہمارے دلوں کے طبیب۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی۔" (۶۴)

○ **محمد رسول اللہ سید ولدادم واکثر الناس تبعا یوم القیامۃ واکرم الاولین و الاخرین علی اللہ اول من ینشق عنہ القبر اول شافع و اول مشفع و اول من یقرع باب الجنۃ فیفتح لہ و حامل لواء الحمد یوم القیامۃ** حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اولاد آدم کے سردار و آقا ہیں، اور قیامت کے دن سب سے زیادہ تعداد آپ کے پیروں کی ہوگی۔ آپ اللہ کے نزدیک اولین و آخرین میں سب سے زیادہ معزز ہیں، آپ سب سے پہلے قبر شریف سے باہر تشریف لائیں گے۔ آپ ہی سب سے پہلے شفاعت کرنے والے ہوں گے اور سب سے پہلے آپ ہی کی شفاعت قبول ہوگی سب سے پہلے آپ ہی جنت کے دروازہ پہ دستک دیں گے اور دروازہ آپ کے لیے کھول دیا جائے گا۔ قیامت کے دن حمد کا جھنڈا آپ ہی کے ہاتھ میں ہوگا۔" (۶۵)

○ انبیاء علیہم السلام وصالحین کی شفاعت برحق ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کے اذن سے پیغمبر، گناہ گار مومنوں کی شفاعت کریں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، **شفاعتی لاھل الکبائر من امتی** (۶۶)

میری شفات میری امت میں سے کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لیے ہوگی۔ (۶۷)

اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں:

○ "محمد صلی اللہ علیہ وسلم "اصل الاصول ہیں" محمد صلی اللہ علیہ وسلم رسولوں کے رسول ہیں، امتیوں کو جو نسبت انبیاء و رسل سے ہے وہ نسبت انبیاء و رسل کو اس سید الکل سے ہے۔ (۶۸)

○ "انبیائے سابقین علیہم السلام ایک ایک شہر کے ناظم تھے اور حضور پرنور سید المرسلین صلوۃ اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ و علیہم اجمعین سلطان ہفت

کشور بلکہ کشور زمین و آسمان۔" (۶۹)

- ○ **قال عزمجدہ وما ارسلنک الا رحمۃ للعلمین'** عالم ماسوا اللہ کو کہتے ہیں جس میں انبیاء و ملائکہ سب داخل تو لاجرم حضور پرنور سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ان سب پر رحمت و نعمت رب الارباب ہوئے اور وہ سب حضور کی سرکار عالم مدار سے بہرہ مند و فیض یاب۔ (۷۵)
- ○ "شفاعت کی حدیثیں خود متواتر ہیں اور یہ بھی ہر مسلمان صحیح الایمان کو معلوم ہے کہ یہ قبائے کرامت اس مبارک قامت شایان امامت سزاوار زعامت کے سوا کسی قدبالا پر راست نہ آئی نہ کسی نے بارگاہ الٰہی میں ان کے سوا یہ وجاہت عظمیٰ و محبوبیت کبریٰ و اذن سفارش و اختیار گزارش کی دولت پائی تو وہ سب حدیثیں تفصیل جلیل محبوب جمیل صلواۃ اللہ و سلامہ علیہ پر دلیل ہیں۔" (۷۱)
- ○ "سوال شفاعت پر حضرات انبیاء کے جواب اور ہمارے حضور کا مبارک ارشاد دیکھئے' یہی مقام محمود کا مزہ آتا اور ابھی کالشمس کھلا جاتا ہے کہ سب نجوم رسالت اور مصابیح نبوت میں افضل و اعلیٰ' اجل و اجلی و اعظم و اولیٰ و بلند و بالا وہی عرب کا سورج' حرم کا چاند ہے' جس کے نور کے حضور ہر روشنی ماند ہے۔ (۷۲)

اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ نے موضوع شفاعت پہ "اسماع الاربعین" جیسا رسالہ لکھا جو بہت ایمان افروز ہے۔ اب حدائق بخشش کے گلہائے رنگا رنگ سے مشام جان کو معطر کیجئے۔

سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی
سب سے بالا و والا ہمارا نبی
خلق سے اولیاء اولیاء سے رسل
اور رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی

جن کے تلووں کا دھون ہے آب حیات
ہے وہ جان مسیحا ہمارا نبی
ملک کونین میں انبیاء تاجدار
تاجداروں کا آقا ہمارا نبی

○

پیش حق مژدہ شفاعت کا سناتے جائیں گے
آپ روتے جائیں گے ہم کو ہنساتے جائیں گے
کشتگان گرمی محشر کو وہ جان مسیح
آج دامن کی ہوا دے کر جلاتے جائیں گے

○

مجرم ہوں اپنے عفو کا ساماں کروں شہا
یعنی شفیع، روز جزا کا کہوں تجھے

○

گنہگاروں کو ہاتف سے نوید خوش مالی ہے
مبارک ہو شفاعت کے لیے احمد سا والی ہے

○

دم قدم کی خیر اے جان مسیح
در پہ لاتے ہیں دل بیمار ہم

☆☆☆

حضور کی معراج: معراج، حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم الشان معجزہ ہے۔ جس کو ہر صاحب عشق نے بلاچون و چرا تسلیم کیا اور ہر عقل پرست نے

راہ انکار اختیار کی، کوئی سرے سے منکر ہوگیا اور کوئی کہنے لگا کہ خواب میں معراج ہوئی، یا روحانی طور پر ہوئی، جسمانی طور پر نہیں ہوئی، جبکہ اہل حق نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے یہی عقیدہ اپنایا کہ حضور سیاح لامکاں صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم بیداری میں روحانی و جسمانی معراج نصیب ہوئی، حضور کی تین حالتیں ہیں۔ حالت بشری، حالت نوری، حالت محمدی۔ بیت اللہ سے لے کر بیت المقدس تک بشریت کی معراج، بیت المقدس سے لے کر سدرۃ المنتہیٰ تک نورانیت کی معراج اور سدرۃ المنتہیٰ سے لے کر لامکاں تک محمدیت کی معراج ہے۔ جب حضور عرش اعظم پر فائز المرام ہوگئے تو کائنات کی ہر شے حضور کے قدموں میں آگئی، حضور سب سے بلند و بالا ہیں، ہر شے حضور کے علو و کمال کے سامنے شرمندہ ہے، اگر کوئی واقعہ معراج کو کما حقہ مان لے تو حضور انسے بشر بیمثال، نور جہاں آراء، مختار کل، رسول اعظم، محبوب کردگار، حاضر و ناظر، زندہ و جاوید، مقرب بارگاہ ایزدی، مرکز تجلیات صمدی، صاحب دیدار الٰہی شہسوار عرش و کرسی، نظر آئیں گے، جو ان تمام باتوں پر یقین نہیں رکھتا وہ سمجھ لے کہ اس نے معراج مصطفیٰ کے دل کشا و ایمان افزاء پہلوؤں پر غور ہی نہیں کیا۔

جیسا کہ اکبر اور اس کے درباری ملاؤں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان و عظمت کو بزعم خویش گھٹانے کے لیے جہاں دیگر کمالات و فضائل کو جھٹلایا وہاں واقعہ معراج کا بھی انکار کر دیا۔ (۷۳) ان حالات میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے اسلاف کرام کے عقیدہ معراج کی حفاظت فرمائی کہ:

○ "حضرت موسیٰ علیٰ نبینا علیہ الصلوۃ والسلام بعد از طلب رویتہ زخم لن ترانی خورد و بیہوش افتاد وازاں طلب تائب گشت و محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ محبوب رب العالمین است بہترین موجودات اولین و آخرین باوجود آنکہ بدولت معراج بدنی مشرف شد و از عرش و کرسی درگزشت و ازمکان و زمان بالا رفت

یعنی حضرت کلیم اللہ طلب دیدار کے بعد لن ترانی کا جواب پا کر بے ہوش ہو گئے اور اس طلب سے توبہ کی، اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو رب کے محبوب اور سب موجودات اولین و آخرین سے بہتر ہیں، معراج جسمانی سے مشرف ہوئے بلکہ عرش و کرسی سے گزر کر زمان و مکان کی سرحد کو عبور کر گئے۔ (۷۴)

○ "حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات زماں و مکاں کی حدود سے آگے نکل گئے اس لیے آپ نہ صرف حکمت ازل و حقیقت ابد سے ایک آن میں بہرہ یاب ہوئے بلکہ بدایت و نہایت کو بھی ایک ہی نقطہ میں ملاحظہ فرما لیا، نیز ان اہل بہشت کو بھی جو زمانوں بعد اس میں داخل ہوں گے دیکھ لیا۔ (۷۵)

اس مقام پر اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمتہ کے قلم حق رقم کی گل پاشیاں بھی دیدنی ہیں۔

وہی لامکاں کے مکیں ہوئے سرعرش تخت نشیں ہوئے
وہ نبی ہیں جن کے ہیں یہ مکاں وہ خدا ہے جس کا مکاں نہیں

فرماتے ہیں:

○ "علمائے کرام نے معراج کو جسدی فرمایا ہے کہ فرمایا گیا ہے، اسریٰ بعبدہٖ، عبد روح مع الجسد کا نام ہے، اگر معراج روحی ہوتی تو بروح عبدہٖ فرمایا جاتا۔ (ملفوظات، جلد سوم، ص۲۹۹)

○ مرتبہ قاب قوسین او ادنیٰ کا پایا، قسم کھانے کو فرق کا نام رہ گیا۔

کمان امکاں کے جھوٹے نقطو تم اول آخر کے پھیر میں ہو
محیط کی چال سے تو پوچھو کدھر سے آئے کدھر گئے تھے

محمل لیلیٰ کڑوروں منزل سے کڑوروں منزل (دور) اور خرد خردہ میں دنگ ہے، نیا سماں ہے نیا رنگ ہے، قرب میں بعد، بعد میں قرب، وصل میں ہجر، ہجر میں وصل، عقل و شعور کو خود اپنا شعور نہیں، دست و پا بستہ، خود گم کردہ حواس ہے، ہوش و خرد کو خود اپنے لالے پڑے ہیں، وہم و گمان دوڑیں تو کہاں تک پہنچیں، ٹھوکر کھائی

اور گرے

سراغ این و متی کہاں تھا، نشان کیف والی کہاں تھا
نہ کوئی راہی، نہ کوئی ساتھی، نہ سنگ منزل، نہ مرحلے تھے (۷۶)

اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمتہ نے قصیدہ معراجیہ میں احوال معراج کو اس انداز سے لکھا کہ جہاں وہ عشق و محبت کا شاہ پارہ ہے وہاں شعر و سخن کا شاہکار بھی ہے۔ ادبائے لکھنؤ کے نزدیک اس کی زبان تو کوثر کی دھلی ہوئی زبان ہے۔ (۷۷)

حضور نے خدا کو دیکھا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیٰ فتدلیٰ کی منزلوں سے گزر کر قاب قوسین اوادنیٰ کی قربتوں سے ہمکنار ہوئے تو حسن ازل کے جلووں نے استقبال کیا، فرماتے ہیں: **رایت ربی فی احسن صورۃ** (۷۸)

حضرت شاہ جمالی علیہ الرحمۃ نے کیا خوب کہا۔

موسیٰ زہوش رفت بیک پرتو صفات
تو عین زات بنگری و می تبسمی

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ فرماتے ہیں:

○ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کی رات جسد کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے جہاں تک چاہا سیر کرائی' جنت و دوزخ آپ کے سامنے پیش کیے گئے اور ان کی طرف وحی بھیجی گئی جیسے کہ حق تھا' اور اس وقت رویت بصری سے مشرف ہوئے اور اس قسم کا معراج حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے لیے ہی مخصوص ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کامل تابعدار اولیاء اور زیر قدم سالکوں کے لیے بھی اس مرتبہ مخصوصہ سے کچھ حصہ ہے۔

وللارض من کاس الکرام نصیب

حاصل کلام یہ کہ دنیا میں رویت کا واقع ہونا حضرت علیہ الصلوۃ والسلام ہی سے مخصوص ہے' اور وہ حالت جو آنحضرت کے زیر قدم اولیاء کو حاصل ہے وہ رویت نہیں' اس رویت اور حالت کے درمیان وہی فرق ہے جو اصل اور فرع' شخص اور ظل کے درمیان ہے اور ایک دوسرے کا عین نہیں ہے۔ (۷۹)

آگاہی: چونکہ حضور زمان و مکان کی حدود سے نکل گئے اس لیے دنیا و آخرت کی مسافتیں ختم ہوگئیں اور حضور نے رب تعالیٰ کو آخرت کے حوالے سے دیکھا' اور یہ جو کہا گیا کہ دنیا میں رویت واقع ہوئی' یہ "تجویز پر محمول اور ظاہر پر مبنی ہے۔" جیسا کہ مجدد پاک نے مکتوب ۲۸۳ دفتر اول میں تصریح کردی' اسی طرح ان علمائے کرام کے اجماع کی نفی بھی نہیں ہوتی' جو رویت الٰہی کو آخرت کے حوالے سے ہی جائز و ممکن سمجھتے ہیں' آپ فرماتے ہیں۔

پس وہ رویت جو اس مقام پر واقع ہوئی وہ رویت آخرت ہے اور اس اجماع کے منافی نہیں ہے جو رویت کے عدم وقوع پر ہوا ہے۔ (ایضا")

حاصل بحث یہ کہ حضور نے اپنے رب کو دیکھا' ہزاروں سال پہلے جہان آخرت میں قدم رکھ کر دیکھا اور واپس جہان دنیا میں آگئے' یہ امر اوروں کے لیے محال ہے اور حضور کے لیے ممکن بلکہ عادت۔

قصر دنیٰ تک کس کی رسائی
آتے یہ ہیں جاتے یہ ہیں

اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں:

○ دیدار الٰہی بچشم سر دیکھا' کلام الٰہی بے واسطہ سنا' بدن اقدس کے ساتھ' بیداری میں اور یہ وہ قرب خاص ہے کہ کسی نبی مرسل اور ملک مقرب کو بھی نہ کبھی حاصل ہوا اور نہ کبھی حاصل ہو۔ (۸۰)

○ جمہور علماء کے نزدیک راجح یہی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج اپنے رب کو انہی آنکھوں سے دیکھا' ائمہ متاخرین کے جدا جدا اقوال کی حاجت نہیں کہ وہ حد و شمار سے خارج ہیں۔ (۸۱)

آپ نے ملفوظات شریفہ میں بھی اس مسئلہ پر خوب روشنی ڈالی ہے اور واضح کیا کہ رویت سے مراد رویت الٰہی ہے نہ رویت جبریل' اور سورۃ النجم کی "آیات معراجیہ" میں جو ضمیریں وارد ہیں ذات وحدہ کی طرف راجح ہیں' یہی جمہور صحابہ کرام' تابعین عظام اور ائمہ اعلام کا مذہب ہے' اس مقام پر ایک جملہ بہت محبت آفریں ہے' فرماتے ہیں:

"حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اس میں کیا کمال کہ جبریل کو دیکھ لیں' جبریل کا کمال ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوں۔" (۸۲)

معنی قدرای' مقصد ماطغی
نرگس باغ قدرت پہ لاکھوں سلام

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمتہ کے مطابق ساتوں آسمان اور ساتوں زمین دنیا ہے اور ان سے ورا سدرۃ المنتہی عرش و کرسی دار آخرت ہے۔ (ملفوظات' جلد ۴' ص ۴۰۰) گویا آپ کے نزدیک بھی یہی اصح ہے کہ حضور نے دار دنیا سے نکل کر دار آخرت میں دیدار الٰہی کی دولت حاصل کی۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

حضور کی محبت

حضور صلوت اللہ علیہ و سلامہ کی محبت مغز قرآن، روح ایمان، جان دیں ہے، اور اگر اس محبت کی گرمی نہ ہو تو عقائد و افکار بے معنی ہوتے ہیں، اعمال و افعال کیف و سرور سے تہی لگتے ہیں۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کے نزدیک اس محبت کی کیا اہمیت ہے، ملاحظہ کیجئے:

○ ایک وقت درویشوں کی جماعت بیٹھی تھی، اس فقیر نے اپنی محبت کی بناء پر جو آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں سے ہے ان سے اس طرح کہا کہ آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اس طور پر مسلط ہوئی کہ حق سبحانہ کو اس واسطے سے دوست رکھتا ہوں کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا رب ہے۔ حاضرین اس بات سے حیرت میں پڑ گئے لیکن مخالفت کی مجال نہ تھی۔ یہ بات حضرت رابعہ بصری علیہا الرحمہ کی اس بات سے خلاف ہے جو انہوں نے آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب میں کہی تھی کہ حق تعالیٰ کی محبت اس طور پر مسلط ہوگئی ہے کہ آپ کی محبت کے لیے جگہ باقی نہیں رہی۔ یہ دونوں باتیں اگرچہ سکر کی خبر دیتی ہیں لیکن میری بات اصلیت رکھتی ہے۔ انہوں نے عین سکر میں یہ بات کہی اور میں نے ابتدائے صحو میں۔ ان کی بات مرتبہ صفات میں ہے اور میری بات مرتبہ ذات سے رجوع کے بعد کی ہے۔(۸۳)

اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ کی محبت رسولؐ بھی ضرب المثل ہے۔ آپ کی زبان و قلم سے جتنے حرف نکلے، تمام کے دامن سے محبت شہ والا کے سوتے پھوٹتے ہیں۔ فرماتے ہیں ؎

نور الہ کیا ہے محبت حبیب کی
جس دل میں یہ نہ ہو وہ جگہ خوک و خر کی ہے

اور جب عالم فانی سے رخصت ہوئے تو اپنے علم و عمل پر کوئی ناز نہیں تھا' ناز تھا تو بس محبت رسولؐ پر ۔

لحد میں عشق رخ شہ کا داغ لے کے چلے
اندھیری رات سنی تھی' چراغ لے کے چلے

آپ نے ایک جگہ قرآن و حدیث کا نچوڑ بیان کیا ہے

○ "عبادت ان کی کفر' اور بے ان کی تعظیم حبط (برباد' ناقابل اعتبار' منہ پر مار دیے جانے کے قابل) ایمان ان کی محبت و عظمت کا نام(۸۱)

آپ کے عشق نے بھی یہی درس دیا کہ جو شخص لا الہ الا اللہ پر ایمان کا دعویٰ رکھے اور محمد رسول اللہ کو نہ مانے وہ ایسے کی توحید کی گواہی دیتا ہے جس نے محمد رسول اللہ کو نہ بھیجا' وہ ہرگز اللہ نہیں' اللہ یقیناً وہ ہے' جس نے محمد رسول اللہ کو حق کے ساتھ بھیجا (ملفوظات' جلد دوم' ص ۲۰۴) گویا وہی مجدد پاک والی بات کہ اللہ تعالیٰ کو اس لیے مانو اور دوست رکھو کہ وہ محمد رسول اللہ کا پروردگار ہے۔ محمد رسول اللہ نے اس کی طرف بلایا ہے' یعنی توحید کو رسالت و نبوت کے حوالے سے سیکھو' جو توحید' رسالت و نبوت کے بغیر مانی جائے وہ قابل قبول نہیں جیسا کہ ابلیس کا جذبہ توحید رد ہوا۔

محبت کے تقاضے

جذبہ محبت کے کچھ تقاضے بھی ہیں۔ اگر ان تقاضوں کا لحاظ نہ کیا جائے تو یہ جذبہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا' محض ایک دعویٰ ہوتا ہے' جس کی کوئی دلیل نہ ہو۔ آیئے ان تقاضوں کا ان راہنماؤں کے ارشادات عالیہ کی روشنی میں جائزہ لیں۔

محبوب کا ذکر

حدیث پاک میں ہے **من احب شیا اکثر ذکرہ** یعنی محبوب کی محبت یہ تقاضا کرتی ہے کہ اس کا کثرت سے ذکر کیا جائے۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس

سرہ نے جگہ جگہ حضور کے فضائل و کمالات کا ذکر کیا ہے، بلکہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آپ ضروری باتوں اور کاموں سے فارغ ہو کر باقی تمام وقت اسی عمل میں صرف فرماتے۔ ایک سید زادے کو لکھتے ہیں:

○ ”آپ فقرا کے ساتھ ملتے جلتے اور ان سے محبت رکھتے ہیں، یہ بے سروساماں فقیر نہیں جانتا کہ اس کے جواب میں کیا لکھے، سوائے اس کے کہ چند فقرے عربی عبارت میں جو آپ کے بزرگوار خیرالعرب صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل میں ماثور ہیں، لکھے اور اس سعادت نامہ کو آخری نجات کا وسیلہ بنائے نہ کہ آنحضرتؐ کی تعریف کرے بلکہ اپنے کلام کو حضور کے نام سے آراستہ کرے ؎

ما ان .حت محمد بمقالتی
لکن مدحت مقالتی محمد (۸۵)

یہ اسی محبت لافانی کا فیضان تھا کہ آپ درود و سلام کی خصوصی محافل کا انعقاد فرماتے۔ جیسا کہ علامہ ہاشم کشمی نے لکھا(۸۶) حضور کا میلاد پاک بھی دراصل حضور کے ذکر خیر کی سنہری کڑی ہے۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا کہ یہ حضور کے معجزات و کمالات، فضائل و مناقب کی تعلیم و اشاعت کا اہم ذریعہ ہے۔ فرماتے ہیں

○ آپ نے مولود خوانی کے بارہ میں لکھا تھا کہ قرآن مجید کو خوش آواز سے پڑھنے اور نعت و منقبت کے قصائد کو خوش آوازی سے پڑھنے میں کیا مضائقہ ہے۔ ہاں قرآن مجید کے حروف کی تحریف اور ان کا تغیر و تبدل اور مقامات نغمہ کی رعایت اور اس طرز پر آواز پھیرنا اور سر نکالنا اور تالی بجانا وغیرہ وغیرہ جو شعر میں بھی ناجائز ہیں، سب ممنوع ہیں۔ اگر اس طرح پر پڑھیں کہ کلمات قرآنی میں تحریف واقع نہ ہو اور قصیدوں کے پڑھنے میں بھی شرائط مذکورہ بالا ثابت نہ ہوں اور وہ بھی کسی غرض صحیح کے لیے تجویز کریں تو کوئی ممانعت نہیں۔(۸۷)

بعض لوگوں کا خیال تھا کہ حضرت مجدد علیہ رحمہ نے میلاد پاک سے منع کیا

ہے۔ چنانچہ اس مکتوب کی شرح میں حضرت علامہ محمد مراد مکی علیہ رحمہ لکھتے ہیں کہ "معلوم ہونا چاہیے کہ مکتوبات میں متعدد جگہ جو مولود خوانی سے مطلقاً منع کیا گیا، حضرت مجدد الف ثانی علیہ رحمہ کی منع سے مراد یہی خاص صورت ہے جس کا یہاں ذکر کر دیا ہے، یہاں چونکہ ممانعت کی وجہ بیان کر دی ہے اس لیے دوسرے مقامات پر مطلق منع کا ذکر کر دیا، ورنہ وہاں بھی منع سے یہی مخصوص صورت مراد ہے۔ لہٰذا وہابیہ کے لیے مکتوبات میں مولود خوانی کو ناجائز کہنے کی کوئی دلیل نہیں۔ (۸۸) یعنی محفل میلاد میں غیر شرعی حرکات نہ ہوں تو قطعی جائز ہے۔

حضرت خواجہ احمد سعید دہلوی علیہ رحمہ فرماتے ہیں:

"اے سائل تو نے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے متعلق کہا کہ آپ محفل میلاد سے منع فرماتے تھے، تیرا یہ قول قطعاً غلط ہے۔ ہمارے امام و قبلہ نے گانے کی مجلس میں حاضر ہونے سے منع کیا ہے اگرچہ اس مجلس میں قرآن کی تلاوت اور نعتیہ قصائد پڑھے جائیں۔ حضرت امام ربانی نے قرآن و حدیث کے پڑھنے سے منع نہیں فرمایا جیسا کہ حضرت امام ربانی کی مراد سے بے خبر لوگوں نے گمان کیا۔ اس قسم کی بات حضرت امام ربانی پر بہت بڑا بہتان ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ تم ایسا کام کبھی نہ کرو اگر تم ایمان دار ہو۔ (۸۹)

اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ نے بھی محبوب مکرم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر سے اپنی روح و ضمیر کی دنیا کو شاد آباد رکھا۔ فرماتے ہیں ؎

خاک ہو جائیں عدو جل کر مگر ہم تو رضا
دم میں جب تک دم ہے ذکر ان کا سناتے جائیں گے

حی و باقی جن کی کرتا ہے ثنا
مرتے دم تک ان کی مدحت کیجئے

ذکر ان کا چھیڑیے ہر بات میں
چھیڑنا شیطان کا عادت کیجئے

مثل فارس زلزلے ہوں نجد میں
ذکر آیات ولادت کیجئے

کیجئے چرچا انہی کا صبح و شام
جانِ کافر پر قیامت کیجئے

غیظ میں جل جائیں بے دینوں کے دل
یارسول اللہ کی کثرت کیجئے

جو نہ بھولا ہم غریبوں کو رضا
یاد اس کی اپنی عادت کیجئے

آپ کی محبت یہ گوارا نہیں کرتی کہ خدا تعالیٰ کے ذکر سے اس کے محبوب گرامی کے ذکر کو جدا کر دیا جائے۔ خود خدا بھی یہی چاہتا ہے' **اذا ذکرت ذکرت معی**' یعنی اے محبوب جہاں میرا ذکر ہو گا وہاں تیرا ذکر ہو گا۔ اسی حدیث کو سامنے رکھ کر فرماتے ہیں ۔

ذکر خدا جو ان سے جدا چاہو نجدیو
واللہ ذکر حق نہیں' کنجی سقر کی ہے

اسی طرح آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد پاک کے جواز پر زبردست دلائل دیئے کہ یہ ذکر محبوب کی بہترین صورت ہے'۔ آپ کا رسالہ اقامتہ القیامہ اسی موضوع پہ لکھا گیا ہے۔ انعقاد میلاد پر آپ کا عزم دیکھئے ۔

حشر تک ڈالیں گے ہم پیدائش مولا کی دھوم
مثل فارس' نجد کے قلعے گراتے جائیں گے

محبوب کی غیرت

محبت کا تقاضا ہے کہ محبوب کی غیرت ہو۔ محبوب کے دوست کو دوست رکھنا اور دشمن کو دشمن جاننا اسی غیرت کا نام ہے' اگر محبوب کے دوست سے بگاڑ اور دشمن سے ساز باز ہو' منہ پیار اور خیر سگالی کا رشتہ ہو تو یہ محبت کے پاکیزہ جذبے کے

ساتھ مذاق ہے۔ امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ فرماتے ہیں'

"کمال محبت کی نشانی یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کے ساتھ پوری طرح عداوت رکھی جائے' محبت میں دوغلے پن کی گنجائش نہیں ہے۔ محب' محبوب کا دیوانہ ہوتا ہے اور مخالفت کی مجال نہیں رکھتا۔ اور محبوب کے مخالفوں سے کسی بھی وجہ سے صلح نہیں کر سکتا۔ اور دو متضاد محبت جمع نہیں ہو سکتیں کیونکہ اجتماع ضدین محال کیا گیا ہے۔ ایک کی محبت دوسرے کی عداوت کو مستلزم ہے"(۹۰)

اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں'

○ "جیسے تمہارے باپ' تمہارے استاد' تمہارے پیر' تمہاری اولاد' تمہارے بھائی' تمہارے احباب' تمہارے بڑے' تمہارے اصحاب' تمہارے مولوی' تمہارے حافظ' تمہارے مفتی' تمہارے واعظ وغیرہ وغیرہ کسے باشد جب وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کریں اصلاً تمہارے قلب میں ان کی عظمت ان کی محبت کا نام و نشاں نہ رہے۔ فوراً ان سے الگ ہو جاؤ' ان کو دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو' ان کی صورت' ان کے نام سے نفرت کھاؤ"(۹۱)

"اگر مسلمان ہو تو ماں باپ کی عزت کو اللہ و رسول کی عزت سے کچھ نسبت نہ مانو گے۔ ماں باپ کی محبت و حمایت کو اللہ و رسول کی محبت و خدمت کے آگے ناچیز جانو گے' تو واجب واجب واجب لاکھ لاکھ واجب سے بڑھ کر واجب کہ ان کے بدگو سے وہ نفرت و دوری و غیظ و جدائی ہو کہ ماں باپ کے دشنام دہندہ کے ساتھ اس کا ہزاروں حصہ نہ ہو۔"(۹۲)

"حاشا للہ مسلمانوں کا علاقہ محبت و عداوت صرف محبت و عداوت خدا و رسول ہے۔"(۹۳)

یہی وہ معیار ہے جس پہ عمل کر کے ان عظیم لوگوں نے علمائے سو کے جبہ و دستار کو دیکھا نہ صوفیہ خام کے حال و قال کو سراہا اور نہ حکام وقت کے دروازے پہ جبیں سائی کی' جو بھی اللہ و رسول کی مخالفت اور ان کے دین کی اہانت کا موجب ہوا'

ان کے قلم شرر بار نے اس کے فکر غلط کا آشیاں جلا کر خاکستر بنا دیا۔ یہی وفا شعار لوگوں کی نشانی ہے۔

بجز سرکار' سرکار ایجاد
سروکارے بہ سرکارے ندارم

محبوب کی اطاعت

محبت چاہتی ہے کہ محبوب کے نقوش پا پہ چلا جائے' اس کی اتباع و اطاعت پہ زمانے کی ہر چیز قربان کی جائے۔ حضورؐ فرماتے ہیں جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی' اور فرمایا' جس نے میری سنت سے انحراف کیا وہ مجھ سے نہیں' یعنی لاکھ محبت کی راگنی الاپتا رہے' کچھ نہیں جب تک اطاعت و سنت میں ثابت قدم نہ ہو۔ امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

"آنحضرت علیہ الصلوہ والسلام کی مکمل تابعت آپ کے ساتھ کمال محبت رکھنے کی فرع ہے' کیونکہ محب جسے چاہتا ہے اس کی اطاعت کرتا ہے۔" (۹۴)

"آخرت کی نجات اور ہمیشہ کی سرخروئی سیدالاولین والاخرین صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے ساتھ وابستہ ہے۔ آپ کی پیروی کے باعث ہی حق تعالیٰ کی محبوبیت کے مقام تک پہنچتے ہیں' پس آپ کے لیے ضروری ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اوز سنت کو لازم قرار دے اور شریعت حقہ کے موافق اعمال بجا لائیں۔" (۹۵)

"حق سبحانہ تعالیٰ نے اطاعت رسولؐ کو عین اپنی اطاعت کہا' اسی تاکید و تحقیق کی خاطر لفظ قد وارد ہوا تاکہ کوئی بوالہوس ان اطاعتوں میں فرق نہ کرے۔" (۹۶)

اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ نے اس موضوع پر "مقال عرفا" جیسی کتاب لکھی' جس میں اکابر صوفیہ کے ارشادات نقل کر کے بتایا کہ تصوف اسلامی میں اطاعت محبوب کا کیا مقام ہے۔ فرماتے ہیں' "شریعت محمدیہ کا ترجمہ ہے محمد رسول اللہ

کی راہ‘ یہی وہ راہ ہے کہ پانچوں وقت بلکہ ہر نماز بلکہ ہر رکعت میں اس کا مانگنا ہر مسلمان پر واجب ہے۔ **اھدنا الصراط المستقیم**‘ ہم کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ چلا‘ ان کی شریعت پر ثابت قدم رکھ۔ (مقال عرفا ۳)

”ایک مقام پہ اپنی حمایت میں حضرت ابوالعباس علیہ الرحمتہ کا قول لکھتے ہیں کہ جو اپنے اوپر آداب شریعت لازم کرے اللہ تعالیٰ اس کے دل کو نور معرفت سے بھر دے گا اور کوئی مقام اس سے بڑھ کر معظم نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام‘ افعال‘ عادات سب میں حضور کی پیروی کی جائے۔“(۹۷)

محبوب کو بے عیب جاننا

محب صادق کو اپنے محبوب طرحدار میں کوئی عیب و نقص نظر نہیں آتا۔ حدیث پاک ہے **حبک شی یعمی و یصم** کہ کسی شے کی محبت‘ محب کو اس کے بارے میں اندھا اور بہرہ بنا دیتی ہے‘ وہ اس میں خامی دیکھتا ہے نہ اس کی برائی سنتا ہے‘ جن لوگوں نے محبوب کبریا‘ مقصود خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت کی وہ یہی نغمہ الاپتے رہے۔ ؎

خلقت مبرا من کل عیب
کانک قد خلقت کما تشاء
اجمل منک لم ترقط عینی
احسن منک لم تلدالنساء

ویسے بھی محبت ہوتی ہی اس سے ہے جو سراپا حسن و خوبی ہو‘ جو سراسر زیبائی و رعنائی ہو اور واللہ کائنات میں حسن و خوبی‘ زیبائی و رعنائی کے مرتبہ کمال پہ فائز ہیں تو ہمارے آقا و مولا حضور صلی اللہ علیہ وسلم‘ کوئی آپ کا مثیل و سہیم نہیں‘ کوئی آپ کا عدیل و شریک نہیں یعنی لم یات نظیرک فی نظر مثل تو نہ شد پیدا جانا‘ حضرت امام ربانی قدس سرہ اپنے محبوب گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کے بے عیب کردار و اطوار

کا ذکر فرماتے ہیں۔

○ نبوت سے پہلے، تبلیغ کے وقت اور تبلیغ دین کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات و حالات (آپ کی نبوت کو ثابت کرنے کے لیے) واضح ثبوت ہیں، (اسی طرح) آپ کے اعلیٰ اخلاق حسنہ اور دانش مندانہ احکام ہیں، آپ ایسے خطرناک مواقع پر پیش قدمی فرماتے تھے جہاں بڑے بڑے بہادر اور دلیر انسان بھی پیچھے ہٹ جایا کرتے تھے۔ نیز آپ نے نہ صرف مذہبی کاموں بلکہ دینوی امور میں بھی کبھی دروغ گوئی سے کام نہیں لیا۔ اگر آپ نے کبھی جھوٹ بولا ہوتا تو آپ کے دشمن اسے ساری دنیا میں مشہور کر دیتے۔ آپ نے نہ دعویٰ نبوت سے پہلے اور نہ بعثت کے بعد کوئی غلط کام کیا.... آپ آغاز زندگی سے لے کر آخر تک اعلیٰ اخلاقی اصولوں کے مطابق عمل پیرا رہے.... اللہ تعالیٰ نے آپ سے وعدہ فرمایا تھا، اللہ تمہیں لوگوں سے محفوظ رکھے گا.... تمام کائنات کے حالات تبدیل ہو گئے مگر آپ کے اوصاف و عادات تبدیل نہ ہوئے۔ یہ تمام باتیں ثابت کرتی ہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبوت کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے"(۹۸) اسی طرح بہت سی خوبیوں کا ذکر فرمانے کے بعد لکھتے ہیں،

> "خوبیوں کا مجموعہ صرف انبیائے کرام علیہ السلام ہی کو حاصل ہوتا ہے۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس میں ان خوبیوں کا جمع ہونا آپ کے نبی ہونے کے عظیم دلائل میں سے ہے۔"(۹۹)

اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ؎

کیا ٹھیک ہو رخ نبوی پر مثال گل
پامال جلوہ کف پا ہے جمال گل

جنت ہے ان کے جلوہ سے جویائے رنگ و بو
اے گل، ہمارے گل سے ہے گل کو سوال گل

سر تابقدم ہے تن سلطان زمن پھول

لب پھول' دہن پھول' ذقن پھول بدن پھول
دل بستہ و خوں گشتہ نہ خوشبو نہ لطافت
کیوں غنچہ کہوں ہے مرے آقا کا دہن پھول
وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں
ترا قد تو نادر دہر ہے کوئی مثل ہو تو مثال دے
نہیں گل کے پودوں میں ڈالیاں کہ چمن میں سروچماں نہیں
نہیں جس کے رنگ کا دوسرا نہ تو ہو کوئی نہ کبھی ہوا
کہو اس کو گل کہے کیا کوئی کہ گلوں کا ڈھیر کہاں نہیں
خامہ قدرت کا حسن دستکاری واہ وا
کیا ہی تصویر اپنے پیارے کی سنواری واہ وا

آپ کا سارا کلام حق ترجمان اسی موضوع کے گرد گھومتا ہے' دل حیران ہے کہ کس شعر کا انتخاب کرے اور کس کو چھوڑ دے'

خصوصی بات

ہم اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالٰی کے تمام انبیاء کرام ہر قسم کے گناہ سے پاک ہوتے ہیں۔ دور اکبری میں اس عقیدے پر بھی نازیبا حملے کیے گئے۔ حضرت امام ربانی قدس سرہ نے فرمایا

○ "تمام انبیاء کرام کے ساتھ ایمان لانا چاہیے اور سب کو معصوم یعنی گناہ سے پاک اور راست گو جاننا چاہیے' ان بزرگواروں میں سے ایک پر ایمان نہ لانا گویا ان تمام پر ایمان نہ لانا ہے کہ ان کا کلمہ متفق ہے' ان کے دین کے اصول واحد ہیں۔" (۱۰۰)

○ "انبیاء کرام خدا کی طرف سے مخلوق کے پاس بھیجے گئے کہ لوگوں کو خدا کی جانب بلائیں اور گمراہی سے راہ راست پہ لائیں اور جو ان کی دعوت قبول کرے اسے

بہشت کی خوشخبری دیں اور جو انکار کرے اسے عذاب دوزخ سے ڈرائیں اور جو کچھ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیان کیا اور تبلیغ فرمائی وہ سب حق و صداقت پر مبنی ہے، اس میں جھوٹ کا شائبہ تک نہیں۔" (۱۰۱)

اعلیٰ حضرت کے دور میں ابن عبدالوہاب نجدی کے نظریات فاسدہ زوروں پر تھے اس کی فکر کے وارث ملا انگریزوں کی شہ پہ عصمت انبیاء جیسے بنیادی عقیدے کے بھی درپے ہو گئے، ان کے نزدیک جب امکان کذب باری کی گنجائش تھی تو انبیاء کرام ان کے کیا لگتے تھے چنانچہ قاسم نانوتوی نے دین و ایمان کا خون اس طرح کیا کہ "دروغ صریح بھی کئی طرح ہوتا ہے جن میں سے ہر ایک کا حکم یکساں نہیں، ہر قسم سے نبی کو معصوم ہونا ضروری نہیں۔" (۱۰۲) اور لکھا کہ "**بالجملہ علی العموم کذب** کو منافی شان نبوت بایں معنی سمجھنا کہ یہ معصیت ہے اور انبیاء علیہ اسلام معاصی سے معصوم ہیں، خالی غلطی سے نہیں، (۱۰۳)، مولوی محمد حسین غیر مقلد نے لکھا کہ تمام پیغمبر ڈگاؤ اور بھول چوک سے نہیں بچے، (۱۰۴) اور مولوی رشید گنگوہی نے لکھا کہ "مکروہ تنزہی کا صدور انبیا سے بعد نبوت بھی اتفاقاً جائز رکھا گیا، (۱۰۵)

کتنے افسوس کا مقام ہے کہ وہ عظیم المرتبت لوگ جن کے کردار کی طہارت و نفاست کی گواہی ان کے بدترین دشمنوں نے بھی دی۔ یہ "کلمہ گو" ان کے دامن نبوت کو کذب و معصیت سے آلودہ سمجھتے ہیں، **لا حول ولا قوہ الا باللہ**، اس پر فتن دور میں امام بریلوی علیہ الرحمہ نے اسلام کے اس بنیادی عقیدے کا تحفظ فرمایا، کہ انبیاء کرام قبل بعثت و بعد بعثت عمداً و سہواً کفر و ضلالت، منفرات زنوب و محقرات امور بلکہ ہر اس امر سے جو باعث نفرت خلق و ننگ و عار و بدنامی ہو اگرچہ اپنا گناہ نہ ہو جیسے جنون و جذام و برص و دناءت نسب، زنائے امہات و ازواج سے باجماع معصوم، بعد بعثت تعمد کبائر سے باجماع اہل سنت معصوم ہیں اور مذہب صحیح و حق میں صغائر سے بھی۔(۱۰۶)

اور فرمایا کہ "غیر تلاوت میں اپنی طرف سے سیدنا آدم علیہ الصلوہ والسلام کی

طرف نافرمانی و گناہ کی نسبت حرام ہے' ائمہ دین نے اس کی تصریح فرمائی بلکہ ایک جماعت علماء کرام نے اسے کفر بتایا' مولیٰ کو شایاں ہے کہ اپنے محبوب بندوں کو جس عبارت سے تعبیر فرمائے' فرمائے' دوسرا کہے تو زبان گدی کے پیچھے سے کھینچی جائے۔(۱۰۷)

محبوب کا ادب

محب اپنے محبوب کا سو جان سے ادب و احترام کرتا ہے۔ اقبال کے نزدیک تو ؎

ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

اور پھر محبوب حجازی کا ادب' اللہ! اللہ! جس کے دربار گوہربار میں بلند آواز سے گفتگو کرنا حبط اعمال کا باعث ہ۔ بے شعوری و کج ایمانی کا ذریعہ ہے۔ محرومی و ناکامی کا پیش خیمہ ہے' کسی نے کیا خوب کہا ؎

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید اینجا

○ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ اذان میں جب حضور محبوب کبریا صلوٰۃ اللہ علیہ و سلامہ کا اسم گرامی سنتے تو فرط ادب اور شوق محبت سے انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر لگاتے۔ (۱۰۸) یہ عمل ثابت کرتا ہے کہ آپ کے قلب منیر میں تعظیم محبوب کا جذبہ بے پایاں موجود تھا۔ آپ کے نزدیک مرشد کامل حضور فخر کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب ہوتا ہے' آپ نے جگہ جگہ مرشد کامل کی بارگاہ کے جو آداب رقم کیے ہیں انہیں سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ آپ کی نظر میں سب سے بڑے مرشد' سب سے بڑے ہادی' سب سے بڑے رہبر کی بارگاہ کے آداب کیا ہوں گے' مرشد کامل کی بارگاہ کے آداب انشاء المولیٰ آگے بیان کیے جائیں گے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کی طرح اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ نے بھی محبوب اکرم' رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب و احترام پہ بہت

زور دیا۔ فرماتے ہیں'

○ "بوجہ اطلاق آیات حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم جس طریقے سے کی جائے گی حسن و محمود رہے گی۔ اور خاص خاص طریقوں کے لیے ثبوت جداگانہ درکار نہ ہوگا...... نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم تمام اقسام تعظیم کے ساتھ جن میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ الوہیت میں شریک کرنا نہ ہو' ہر طرح امر مستحسن ہے۔ ان کے نزدیک جن کی آنکھوں کو اللہ تعالیٰ نے نور بخشا ہے۔"(۱۰۹)

بارگاہ رسالت پناہ کے آداب لکھتے ہیں'

"جب حرم محترم مدینہ میں داخل ہوا حسن یہ ہے کہ سواری سے اتر پڑے' روتا' سر جھکائے آنکھیں نیچی کیے چلے' ہو سکے تو برہنہ پائی بہتر بلکہ۔

جائے سراست اینکہ تو پای نہی
پائے نہ بنی کہ کجا می نہی

جب در مسجد پر حاضر ہو' صلوٰہ و سلام عرض کر کے قدرے توقف کرے گویا سرکار سے اذن حضوری کا طالب ہے۔ اس وقت جو ادب و تعظیم واجب ہے مسلمان کا قلب خود واقف ہے۔ زنہار زنہار اس مسجد اقدس میں کوئی حرف چلا کر نہ کہے۔ یقین جان کہ وہ مزار اعطر و انور میں بحیات ظاہری دنیاوی حقیقی ویسے ہی زندہ ہیں جیسے پیش از وفات تھے۔ ائمہ دین فرماتے ہیں حضور ہمارے ایک ایک قول و فعل بلکہ دل کے خطروں پر مطلع ہیں۔ (۱۱۰) ایک جگہ فرماتے ہیں۔

شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب
اس برے مذہب پہ لعنت کیجیے

اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ بھی حضور جان رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی پہ انگوٹھے چوم کر آنکھوں پہ لگاتے تھے' آپ نے اس موضوع پہ منیر العینین جیسا زبردست رسالہ بھی رقم فرمایا۔

☆☆☆

شریعت مطہرہ

دور اکبری میں دو گروہ مشہور تھے‘ صوفیہ خام اور علمائے سو‘ یہ دونوں گروہ بلا کے تارک شریعت تھے‘ بدعات و منکرات کے رسیا تھے‘ اور ستم یہ کہ اپنی بدعملیوں کو عرفان و ایقان اور علم و فکر کا نام دیتے تھے گویا ۔

متاع دین و دانش لٹ گئی اللہ والوں کی
یہ کس کافرادا کا غمزہ خوں ریز ہے ساقی

اس دور میں امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے شریعت مطہرہ کے علم و عمل پہ جس طرح زور دیا‘ وہ ان کا ہی حصہ ہے۔ آپ نے فرمایا‘

○ "اکثر خام صوفی اور بے سرو ساماں ملحد اس بات پر تلے ہوئے ہیں کہ اپنی گردنوں کو شریعت مطہرہ کی اطاعت سے باہر نکال لیں اور شرعی احکام کو عوام الناس ہی کے ساتھ مخصوص رکھیں‘ ان لوگوں کا خیال ہے کہ خواص صرف معرفت ہی کے مکلف ہیں جیسا کہ وہ اپنی جہالت کے باعث امیروں اور بادشاہوں کو عدل و انصاف کے سوا اور کسی چیز کا مکلف قرار نہیں دیتے اور وہ کہتے ہیں کہ احکام شرعیہ بجا لانے کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ معرفت حاصل ہو جائے اور جب معرفت حاصل ہو جاتی ہے تو شرعی تکلیفات ساقط ہو جاتی ہیں۔" (۱۱۱)

○ "اس جگہ کوئی غلطی نہ کرے اور یہ نہ کہے کہ اس مقام میں صورت شریعت اور حقیقت شریعت سے بے نیازی ہو جاتی ہے اور پیروی احکام شرعیہ کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ معاملے کی اصل و بنیاد شریعت ہے۔ پس درخت کتنا ہی بلند و بالا ہو جائے اور دیوار کتنی ہی اونچی ہو جائے وہ بنیاد سے مستغنی نہیں ہو سکتی اور اس کی احتیاج سے بے نیازی حاصل نہیں ہوتی........ پس شریعت کی ہر وقت اور ہر حال میں ضرورت ہے اور احکام شرعیہ کی بجا آوری کے سب محتاج ہیں۔" (۱۱۲)

○ "صوفیہ خام ذکر و فکر کو ضروری سمجھ کر فرض و سنن کے بجا لانے میں

تساہل سے کام لیتے ہیں اور چلے اور ریاضتیں اختیار کر کے جمعہ و جماعت کو ترک کر دیتے ہیں نہیں جانتے کہ ایک فرض کا جماعت کے ساتھ ادا کرنا ان کے ہزاروں چلوں سے بہتر ہے۔ ہاں آداب شرعیہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے ذکر و فکر میں مشغول ہونا بھی بہتر اور ضروری ہے۔ نادان علماء بھی نوافل کی ترویج میں سعی کرتے ہیں لیکن فرائض کو خراب و ابتر کرتے رہتے ہیں۔" (۱۱۳)

○ "سالک اتباع شریعت میں جس قدر راسخ اور ثابت قدم ہو گا اسی قدر ہوائے نفس سے زیادہ دور ہو گا۔ پس نفس امارہ پر شریعت اور امر و نہی کے بجا لانے سے زیادہ دشوار کوئی چیز نہیں اور صاحب شریعت کی پیروی کے سوا کسی چیز میں اس کی خرابی متصور نہیں ہے۔ وہ ریاضتیں اور مجاہدے جو سنت کی تقلید کے سوا اختیار کریں وہ معتبر نہیں کیونکہ جوگی' برہمن اور یونان کے فلفی اس امر میں شریک ہیں اور وہ ریاضتیں ان کے حق میں گمراہی کے سوا کچھ زیادہ نہیں دیتیں اور سوائے خسارے کے کچھ فائدہ نہیں دیتیں۔" (۱۱۴)

○ "اکثر (لوگ) عالم خواب و خیال میں آرام پسند ہیں' نیز نکمی اور بیہودہ باتوں پر کفایت کرتے ہیں' وہ شریعت کے کمالات کو ہی نہیں جان سکتے تو طریقت اور حقیقت کا کیا پتہ لگا سکتے ہیں' یہ لوگ شریعت کو پوست خیال کرتے ہیں اور حقیقت کو مغز جانتے ہیں۔ لیکن نہیں جانتے کہ اصل معاملہ کیا ہے۔ صوفیہ کی بعض بیہودہ باتوں پر مغرور اور احوال و مقامات پر فریفتہ ہیں۔ **ھداھم اللہ سبحانہ سواء الطریق والسلام علینا و علی عباداللہ الصالحین۔**" (۱۱۵)

○ "لہٰذا اس روشن شریعت والی ہستی کے منکر اور ملت زہرا کے بانی کے مخالف ساری مخلوقات سے بدبخت ترین لوگ ہیں ۔ **الاعراب اشد کفرا و نفاقا**' یہ فرمان ان کی حالت کا پتہ دیتا ہے' تعجب ہے کہ بعض ناپختہ و ناقص درویش جو اپنے خیالی کشف کو معتبر سمجھتے ہیں' اس روشن شریعت کی مخالفت اور انکار میں پیش قدمی کرتے ہیں' حالانکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی باوجود اپنی اس کلیمی اور قرب خاص کے اگر

زندہ ہوتے تو اس شریعت کی پیروی کے بغیر کوئی اور طریقہ اختیار نہ فرماتے تو ان فقیران بے سرو سامان کی کیا ہستی ہے کہ آپ کی مخالفت کریں اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ وہ اپنے آپ کو ہی خراب کرتے ہیں اور الحاد و زندقہ کے داغ سے متہم ہوتے ہیں۔" (۱۱۶)

○ اعلیٰ حضرت مجدد بریلوی علیہ الرحمہ نے بھی ایسے صوفیہ و علماء کا خوب محاسبہ فرمایا، آپ نے فرمایا

○ "یقیناً، قطعاً شریعت ہی اصل کار ہے، شریعت ہی مناط و مدار ہے۔ شریعت ہی محک و معیار ہے۔"

○ طریقت بھی راہ ہی کا نام ہے، اب اگر وہ شریعت سے جدا ہو تو شہادت قرآن عظیم خدا تک نہ پہنچائے گی، بلکہ شیطان تک، جنت میں نہ لے جائے گی بلکہ جہنم میں کہ شریعت کے سوا سب راہوں کو قرآن عظیم باطل و مردود فرما چکا۔"

○ "لا جرم ضرور ہوا کہ طریقت یہی شریعت ہے، اسی راہ روشن کا ٹکڑا ہے، اس کا اس سے جدا ہونا محال و ناسزا ہے۔"

○ "طریقت میں جو کچھ منکشف ہوتا ہے، شریعت ہی کی اتباع کا صدقہ ہے۔ ورنہ بے اتباع شرح بڑے بڑے کشف راہبوں، جوگیوں، سناسیوں کو ہوتے ہیں، پھر وہ کہاں تک لے جاتے ہیں، اسی نار جحیم و عذاب الیم تک پہنچاتے ہیں"۔

○ "یہ ہیں وہ کہ طریقت بلکہ حقیقت تک پہنچ کر اپنے آپ کو شریعت سے مستغنی سمجھے اور ابلیس کے فریب میں آکر اس الٰہی فانوس کو بجھا بیٹھے۔"

○ بالجملہ شریعت کی حاجت ہر مسلمان کو ایک ایک سانس ایک ایک پل، ایک ایک لمحہ پر مرتے دم تک ہے اور طریقت میں قدم رکھنے والوں کو اور زیادہ کہ راہ جس قدر باریک اسی قدر ہادی کی زیادہ حاجت و لہٰذا حدیث میں آیا المتعبد بغیر فقہ کا **لحمار فی الطاحون**، بغیر فقہ کے عبادت میں پڑنے والا ایسا ہے جیسا چکی میں گدھا کہ مشقت جھیلے اور نفع کچھ نہیں۔" (۱۱۷)

حواشی

۱۔ منتخب التواریخ (۲۰۱) مطبوعہ کلکتہ
۲۔ ایضاً (۲۷۳)
۳۔ ایضاً (۲۱۵)
۴۔ مکتوب ۲۷ جلد اول
۵۔ روضتہ القیومیہ (۹۶) مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور مترجم
۶۔ ایضاً
۷۔ ایضاً (۱۳۱)
۸۔ منتخب التواریخ (۳۲۵)
۹۔ سیرت مجدد الف ثانی (۱۰۱)
۱۰۔ اثبات النبوہ (۵۰)
۱۱۔ مکتوب ۶۷ دفتر دوم
۱۲۔ پیش لفظ مکتوبات امام ربانی بحیثیت ماخذ ایمانیات (۲۲) مطبوعہ کراچی
۱۳۔ تقویتہ الایمان (۳۱)
۱۴۔ تحذیر الناس (۲۵) مطبوعہ دیوبند
۱۵۔ جزاء اللہ عدوہ باباۂ ختم النبوہ (۶) مطبوعہ لاہور
۱۶۔ ایضاً (۸۰)
۱۷۔ الجراز الدیانی علی المرتد القادیانی مطبوعہ رضا فاونڈیشن لاہور (۷۴)
۱۸۔ مکتوب ۱۲۲ دفتر سوم
۱۹۔ ایضاً

۲۰ - مکتوب ۱ دفتر دوم

۲۱ - صلوۃ الصفا فی نور المصطفے (۱۸) مطبوعہ مکتبہ رضا فاونڈیشن لاہور

۲۲ - ایضاً (۲۸)

۲۳ - مکتوب ۱۰۰ دفتر سوم

۲۴ - ایضاً

۲۵ - صلوٰۃ الصفا (رسائل نور ۱۶) مطبوعہ لاہور

۲۶ - ایضاً (۳۴)

۲۷ - شمول الاسلام (۲۰) مطبوعہ لاہور

۲۸ - مکتوب ۱۰۰ دفتر سوم

۲۹ - مکتوب ۱۲۲ دفتر سوم

۳۰ - نفی الفی (رسائل نور ۵۲) مطبوعہ لاہور

۳۱ - مکتوب ۶۴ دفتر سوم

۳۲ مکتوب ۱۰۱ دفتر اول

۳۳ - مکتوب ۲۷ دفتر سوم

۳۴ - بخاری شریف جلد ۱ (۲۶۳) مطبوعہ قصور

۳۵ - قمر التمام فی نفی الظل عن سید الانام (۱۴) مطبوعہ ادارہ تعلیمات مجددیہ شکر گڑھ

۳۶ - مکتوب ۷ دفتر دوم

۳۷ - مکتوب ۱ دفتر دوم

۳۸ - مکتوب ۷ دفتر دوم

۳۹ - ایضاً

۴۰ - تجلی الیقین (۱۶، ۱۷) ملخصاً" مطبوعہ مجلس رضا لاہور

۴۱ - دفتر دوم مکتوب ۱۶

۴۲ - الاستغاثہ والتوسل (۱۳۲) مطبوعہ مجلس رضا لاہور

۴۳ ۔ مکتوب ۳۱۰ دفتر اول

۴۴ ۔ خالص الاعتقاد (۲۶) مطبوعہ بریلی شریف (ملخصاً”)

۴۵ ۔ انباء المصطفٰے (۲۰) مطبوعہ لاہور

۴۶ ۔ الدولتہ ا لمکیہ (۲۵۱) مطبوعہ کراچی

۴۷ ۔ ایضاً (۳۰۹)

۴۸ ۔ خالص الاعتقاد (۵۶)

۴۹ ۔ مکتوب (۲۲۰) دفتر اول

۵۰ ۔ مکتوب ۹۵ دفتر اول

۵۱ ۔ مکتوب ۲۷۲ دفتر اول

۵۲ ۔ برکات الامداد (۱۹) مطبوعہ کراچی

۵۳ ۔ مفردات امام راغب اصفہانی

۵۴ ۔ بخاری و موطا شریف

۵۵ ۔ مکتوب ۹۹ دفتر اول

۵۶ ۔ مکتوب ۱۶ دفتر اول

۵۷ ۔ دفتر دوم مکتوب ۵۸

۵۸ ۔ ختم النبوہ (۲۸) مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور

۵۹ ۔ مکتوب ۱۲۲ دفتر سوم

۶۰ ۔ مکتوب ۱۲۱ دفتر سوم

۶۱ ۔ تجلی الیقین (۵۹)

۶۲ ۔ ختم النبوہ (۲۹)

۶۳ ۔ الامن والعلی (۳۴) مطبوعہ لاہور

۶۴ ۔ دفتر اول مکتوب ۷۱

۶۵ ۔ معارف لدنیہ (۷۶) مطبوعہ کراچی

۶۶ - ابو داؤد و ترمذی و بیہقی، ابن ماجہ عن انس بن مالک و جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما
۶۷ - مکتوب ۷۶ دفتر دوم
۶۸ - تجلی الیقین (۲۳)
۶۹ - ایضاً (۲۸)
۷۰ - ایضاً (۲۵)
۷۱ - ایضاً (۸۶)
۷۲ - ایضاً (۹۲)
۷۳ - عہد مغلیہ مع دستاویزات (۳۵۲)
۷۴ - مکتوب ۲۷۲ دفتر اول
۷۵ - مکتوب ۲۸۳ دفتر اول
۷۶ - اعتقادالاحباب (۲۳) مطبوعہ لاہور
۷۷ - مجدد اسلام (۱۶۴) از حضرت نسیم بستوی
۷۸ - جامع الترمذی
۷۹ - مکتوب ۱۳۵ دفتر اول
۸۰ - اعتقادالاحباب (۲۲)
۸۱ - منبہ المنیہ بوصول الحبیب الی العرش والرویہ (۶) مطبوعہ کراچی
۸۲ - ملفوظات حصہ سوم (۲۸۴)
۸۳ - مبدا و معاد منہا (۳۷)
۸۴ - اعتقاد الاحباب (۲۴)
۸۵ - مکتوب ۴۴ دفتر اول
۸۶ - زبدۃ المقامات (۲۸۶) مطبوعہ سیالکوٹ
۸۷ - مکتوب ۲۷ دفتر سوم

۸۸ - مکتوبات محشی از علامہ نور احمد امرتسری علیہ الرحمہ

۸۹ - اثبات المولد والقیام (۲۷) مطبوعہ لاہور

۹۰ - مکتوب ۱۶۵ دفتر اول

۹۱ - تمہید ایمان (۹) مطبوعہ لاہور

۹۲ - ایضاً (۲۱)

۹۳ - ایضاً (۵۲)

۹۴ - مکتوب ۱۶۵ دفتر اول

۹۵ - مکتوب ۲۴۹ دفتر اول

۹۶ - مکتوب ۱۵۲ دفتر اول

۹۷ - مقال عرفا (۲۰)

۹۸ - رسالہ تہلیلیہ (۴۳) مطبوعہ کراچی

۹۹ - اثبات النبوہ (۱۰۹) مطبوعہ کراچی

۱۰۰ - مکتوب ۱۷ دفتر سوم

۱۰۱ - مکتوب ٦۷ دفتر دوم

۱۰۲ - تحفتہ العقائد(۲۵) مطبوعہ دہلی

۱۰۳ - ایضاً (۲۸)

۱۰۴ - رد التقلید بالکتاب المجید

۱۰۵ - فتاویٰ رشیدیہ جلد ۲ (۱۱)

۱۰٦ - احکام شریعت (۳۲۹) مطبوعہ شبیر برادرز لاہور

۱۰۷ - رسالہ ارتفاع الحجب فتاویٰ رضویہ (۸۲۳) جلد اول مطبوعہ لاہور

۱۰۸ - جواہر مجددیہ از مولانا عالم الدین صاحب

۱۰۹ - اقامتہ القیامہ علیٰ طاعن القیام لنبی تہامتہ (۲۹ مطبوعہ بریلی)

۱۱۰ - النیرہ الوضیتہ (۴۴) مطبوعہ لاہور

۱۱۱ - مکتوب ۲۷۶ دفتر اول

۱۱۲ - مکتوب ۵۰ دفتر دوم

۱۱۳ - مکتوب ۲۶۰ دفتر اول

۱۱۴ - مکتوب ۲۲۱ دفتر اول

۱۱۵ - مکتوب ۴۰ دفتر اول

۱۱۶ - معارف لدنیہ (۱۸۴) مطبوعہ کراچی

۱۱۷ - مقال العرفاء باعزاز شرح و علماء (۱) تا (۸) مطبوعہ میرٹھ

بیاد امام اہل سنت مجدد وقت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان قادری بریلوی قدس سرہ العزیز
بانی مجلس حکیم اہل سنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری مدظلہ

ماہنامہ جہانِ رضا لاہور

جلد ۵، ربیع الاول ۱۴۱۷ھ، اگست ۱۹۹۶ء، شمارہ ۵۷

جہاد بالسیف جہاد بالنفس جہاد بالقلم

کفر و بدعت کے خلاف ہر محاذ پر قیامت تک جہاد جاری رہنا چاہیے

مرکزی مجلس رضا لاہور

(موسسہ ۱۹۶۸ء)

جہاد بالقلم

جاری رکھے ہوئے ہے!

آپ بھی مجلس رضا کی رکنیت اختیار فرما کر
اس جہاد میں شمولیت کا شرف حاصل کریں۔

فارم رکنیت مرکزی مجلس رضا، پوسٹ بکس نمبر ۲۲۰۶، لاہور سے طلب کریں!

بیاد امام اہل سنت مجدد وقت اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا خان قادری بریلوی قدس سرہ العزیز
بانی مجلس حکیم اہل سنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری مدظلہ

ماہنامہ جہانِ رضا لاہور

جلد ۵، ربیع الاول ۱۴۱۷ھ، اگست ۱۹۹۶ء، شمارہ ۵۷

جہاد بالسیف جہاد بالنفس جہاد بالقلم

کفر و الحاد کے خلاف ہر محاذ پر قیامت تک جہاد جاری رہنا چاہیے

مرکزی مجلس رضا لاہور

(موسسہ: ۱۹۶۸ء)

جہاد بالقلم

جاری رکھے ہوئے ہے!

آپ بھی مجلس رضا کی رکنیت اختیار فرما کر
اس جہاد میں شمولیت کا شرف حاصل کریں۔

فارم رکنیت مرکزی مجلس رضا، پوسٹ بکس نمبر ۲۲۰۶، لاہور سے طلب کریں!